ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ھدیہ ۲۵ پیسے

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اعراف

وَقَالَ تَعَالٰی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ +

خدا تعالیٰ کی وسعت رحمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میری رحمت میں ہر چیز کی سمائی ہے تو اس کو ہم اس کے لیے لکھ دیں گے جو پرہیزگار ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں، اور ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی مہربانی سے آس مت توڑو، بیشک اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ سب گناہ بخشدے سکتا ہے۔ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا میری رحمت میرے غصہ سے بڑھی ہوئی ہے۔ یہ تحریر اس کے سامنے عرش پر موجود ہے۔

ابوہریرہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر مومن جانتا اللہ تعالیٰ کا عذاب کتنا ہے تو اس کی جنت کی کوئی طمع نہ رکھتا اور اگر کافر جانتا خدا کی رحمت کتنی ہے تو اس کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہوتا۔

کارخانۂ عالم تمام کا تمام اسباب و مسببات کا محکوم ہے اس لیے احادیث میں اگر کہیں کتاب و کتابت کا ذکر آجاتا ہے تو اس کو نہ مجاز و استعارہ بنانے کی ضرورت ہے نہ کسی اور تاویل باطل کی۔ ہاں اس جسارت و دلیری کی بھی ضرورت نہیں کہ عالم غیب کو عالم شہادت پر قیاس کرکے کاغذ، قلم، دوات کے جو آلات یہاں درکار ہیں۔ وہی عالم بالا میں تصور کر لیے جائیں۔

غیب را ابرو بہارے دیگر است

رحمت کی سبقت کا یہ مطلب ہے کہ نزول قہر کے لیے سبب درکار ہے مگر رحمت کو سبب کا انتظار نہیں اس لیے رحمت ہمیشہ غضب سے بڑھتی رہتی ہے۔ یہ کتبہ اس لیے عرش پر رکھا گیا ہے کہ اس کے نیچے بسنے والی مخلوق مطمئن رہے کہ اس کے مقدمہ کی سماعت آئین رحمت کے ماتحت ہوگی صفت انتقام یا صرف صفت عدل کے ماتحت نہیں۔

رحمت عالم

حافظ ظہور الحق ظہورؔ جہندیالی

رونقِ بزمِ دو عالم زینتِ دوراں ہے تو
محفلِ کون و مکاں میں شمعِ نورافشاں ہے تو

گلستانِ دہر میں جلوہ نمائی ہے تری
باغباں جس پر ہے نازاں وہ گلِ خنداں ہے تو

چہرۂ حق سے اُٹھایا تو نے باطل کا نقاب
مِٹ گئے جس سے اندھیرے وہ مہِ تاباں ہے تو

جس کے آگے ہو گئے باطل کے پرچم سرنگوں
وہ علمبردارِ حق وہ صاحبِ قرآں ہے تو

خارزاروں کو بنایا تو نے رشکِ گلستاں
تازگی بخشی دلوں کو جس نے وہ باراں ہے تو

تو مزکی، تو معلّم، تو مبشّر تو "نذیر" —،
تو سراجِ بزمِ وحدت، داعیِ ایماں ہے تو

ساقیِ کوثر۔ امین و صادق و فخر الرسلؐ
حامد و احمد، محمدؐ سیدِ ذیشاں ہے تو

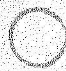
جس نے باطل کی غلامی سے دلائی ہے نجات
جس نے دُنیا میں حقیقت کا کیا اعلاں ہے تو

اہتمامِ بزمِ امکاں کا سبب تُو ہی تو ہے
بارگاہِ کبریا کا محترم مہماں ہے تو

تیرا دامانِ شفاعت ہے پناہِ بے کساں
دردمندانِ دو عالم کے لیے درماں ہے تو

الغرض! مخلوق میں جس کا کوئی ہمسر نہیں
وہ امام الانبیاءؑ وہ نائبِ رحماں ہے تو

"رحمتِ عالم" کی صورت میں ہوا تیرا ظہور!
ساری دنیا پر خدائے پاک کا احساں ہے تو



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ——— ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۱۲ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۲۴

مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

— پاکستان و ہندوستان میں —

سالانہ ——— ۱۱ روپے

ششماہی ——— ۶ ؍؍

سہ ماہی ——— ۳ ؍؍

فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران

• افریقہ • ملایا • ہانگ کانگ

• انگلینڈ ——— کیلئے

— سالانہ چندہ —

عام ڈاک سے ۱۸٫۸۷ روپے

ہوائی ڈاک سے ۵۴٫۰۰ ؍؍

امریکہ:۔ عام ڈاک سے ۴۲ روپے

ہوائی ڈاک سے ۸۳٫۸۰

— نوٹ —

بیرونی ممالک کے لیے چھ ماہ سے کم میعاد کے لیے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

آفتابِ نبوت

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کے مضمون آفتابِ نبوت شائع شدہ مؤرخہ ۲۱ ستمبر ۶۲ء سے متعلق کچھ حضرات نے وضاحت طلب کی ہے۔ آئندہ شمارہ مورخہ ۱۹؍۱۰؍۶۲ میں اس کا جواب عرض کر دیا جائے گا۔

(بخاری)

○

عالمِ اسلام

عالم اسلام کے بارے میں جو خبریں اس ہفتے آتی ہیں وہ نہایت اضطراب انگیز ہیں۔ امریکہ نے فلسطین کی یہودی حکومت کو میزائیل دینے کا اعلان کرکے درحقیقت عربوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے اور ان کے نظریات و احساسات کی کھلم کھلا توہین کی ہے۔ اور ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے نتائج مشرق وسطیٰ میں کسی بھی صورت میں کبھی بہتر ثابت نہیں ہونگے۔

باور کیجیے کہ ہم صدر ناصر کو کوئی دیندار مسلمان تصور نہیں کرتے نہ ہی اُن کے مذہبی نظریات کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ دین کے بارے میں ان کی جدت پسندانہ سرگرمیاں ہمارے لئے واقعی سوہانِ روح ہیں اور ہم انہیں یقیناً قابلِ نفرین بھی سمجھتے ہیں لیکن جہاں تک عربوں کے اتحاد اور یہودیوں اور مغربی ممالک کی ریشہ دوانیوں کے مقابلے میں ان کے رویے اور جرأت مندانہ و دانشمندانہ اقدامات کا تعلق ہے ہم بہرحال انہیں اس معاملے میں مخلص اور عرب ممالک کا بہی خواہ خیال کرتے ہیں۔

ابتداءً جب اُن کی کوششوں کے باعث عربوں میں غیرت اور حمیت کی روح دوڑی، اتفاق و اتحاد کی داغ بیل پڑنے لگی اور ہم نے دیکھا کہ مغربی شاطرانِ سیاست کے چہرے بجھتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کی دال گلتی نظر نہیں آتی تو ہمارا ماتھا اُسی وقت ٹھنکا تھا کہ مغربی ممالک اس اتحاد کو کبھی برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ کوئی خطرناک چال چل کر اس اتفاق و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اُن کی ریشہ دوانیاں پہلی مرتبہ اس وقت رنگ لائیں کہ جب شام نے مصر سے علیحدگی اختیار کی اور جب برطانوی فوج فلسطین کے راستے اردن آ پہنچی تو جاننے والے جان گئے کہ حریت پسند عربوں پر سامراجی قوتوں کا یہ دوسرا کامیاب وار تھا۔ اور پھر جب سعودی عرب نے مصر کے خلاف بیان بازی کا آغاز کیا، غلاف کعبہ واپس کیا اور جامعہ ازہر کے مقابلے میں مدینہ یونیورسٹی کے قیام کا اعلان کیا تو حقیقت بین نگاہیں فوراً بھانپ گئیں کہ سامراجی طاقتوں کا یہ مہلک اور کامیاب ترین وار ہے جو وہ عرب اتحاد پر کر سکتے تھے۔ مزید برآں شاہ سعود کا اُن عناصر کو اپنے گرد جمع کرنا جو کسی نہ کسی صورت میں امریکن بلاک کے نقیب ہوں ہمارے نکتہ نگاہ کو مزید تقویت دیتا ہے۔

بہرحال اغیار کی درون پردہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باعث جب عرب اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور صاف واضح ہو گیا کہ یہ خواب اب کسی شکل میں بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اور نہ عالم اسلام کی قوت مجتمع ہو کر مغربی سامراج پر اثر انداز ہو سکتی ہے تو انہوں نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے اور اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل کی امداد کا واشگاف اعلان کر دیا۔ جس پر ہمارے ملک کے مؤقر روزنامہ 'امروز' نے مقالہ سپرد قلم کرتے ہوئے رائے دی ہے کہ امریکہ نے مشرق وسطیٰ کی سیاست میں نہایت خطرناک اور غلط قدم اٹھایا ہے۔

خدا جانے اسلامی ممالک میں اغیار کی سازشیں کیا کیا گل کھلائیں گی؟ امام یمن کے خلاف حالیہ بغاوت اور باغیوں کا انہیں موت کے گھاٹ اتار دینا آخر کن نتائج و عواقب کی نشاندہی کرتا ہے؟ پھر شاہزادہ حسن کا امریکہ میں بیٹھ کر باغیوں کو جنگ کا الٹی میٹم دینا اور بعد ازاں یمن میں داخل ہو کر قبائل کی مدد سے صنعاء کی طرف پیش قدمی کرنا کس صورت حال کی غمازی کرتا ہے؟ امریکہ اور انگلستان کا در پردہ شاہزادہ حسن کی پیٹھ ٹھونکنا اور دوسری طرف مصری اور روسی حکومتوں کا تازہ فوجی حکومت کو تسلیم کرکے یہ اعلان کرنا کہ یمن کے اندرونی معاملات میں کسی طاقت کی مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی۔ کن قرائن و آثار کا آئینہ دار ہے؟۔ یہ سب باتیں اہل اسلام اور ممالک اسلامیہ کے لئے غور طلب ہیں۔ برطانیہ اور مغربی ممالک تو اس لئے مضطرب ہیں اور یہ صورت حال اس لئے اُن کے واسطے تشویشناک ہے کہ برطانوی مقبوضہ بندرگاہ عدن کے متصل آزاد اور مضبوط حکومت کا وجود مغربی اقوام کی سیاست کے لئے سخت خطرناک ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو ان حادثات و واقعات کی تمامتر ذمہ داری دراصل اقوام مغرب پر ہی عائد ہوتی ہے کیونکہ یہ صورت انہیں کی ریشہ دوانیوں کا ردعمل اور ثمرہ ہے۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

خیر ہمیں غیروں سے کیا کہ ان کا تو کام ہی مسلمانوں کو لڑا کر مقصد براری کرنا ہے۔ افسوس اس پر ہے کہ مسلمان آخر کب تک ان کے دامِ تزویر میں پھنس کر خود اپنے آپ پر اور اسلام پر ظلم ڈھانے میں مصروف رہیں گے مسلمانوں کا مسلمانوں سے ہی دست و گریباں ہونا اور ایک دوسرے کی جان کا دشمن ہونا آخر کون سی عقلمندی ہے اور قوم و مذہب کی اس سے کیا خدمت سر انجام پا سکتی ہے؟

تازہ اطلاع کے مطابق انقلابی حکومت نے شاہ سعود کو ان کی حکومت الٹنے کا نوٹس دے دیا ہے اور اس سے ہوا کے رُخ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ اللہ عزوجل شاہ سعود

(باقی صـــ پر)

مجلسِ ذکر:

مورخہ ۴ ؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات
بمطابق ۴ جمادی الاوّل ۱۳۸۲ھ
جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر مجلسِ ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔ (مناظر حسین نظر)

نارِ جہنم سے بچو!

مرتبہ خالد سلیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عباد الذین اصطفیٰ
اما بعد

ہم یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ دراصل یہ پودا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لگایا تھا۔ وہی اس کے باغبان تھے۔ اب وہ چلے گئے ان کی بڑی خواہش یہ تھی کہ یہ ذکر الٰہی کا طریقہ ہمیشہ جاری رہے الحمد للہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد بھی آپ حضرات دور دراز سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے یہاں جمع ہوتے ہیں۔

حضرت کی ذاتِ بابرکات پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا۔ تھوڑے وقت میں بہت زیادہ کام کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے حضرت سے فرمایا کہ احمد علی علمائے کرام قرآن کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ وہ کتابوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں تم مجھ سے بیعت کرو کہ ساری زندگی قرآن مجید کی خدمت کرتے رہو گے اور تمہارا اصول بالذات قرآن کی تعلیم ہوگا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا سندھی مرحوم سے وعدہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس وعدہ کو نباہنے کی توفیق دی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے درس کا کبھی ناغہ نہ کیا۔ جیل میں بھی قرآن کا درس جاری رہتا تھا۔ ایک مرتبہ بحری جہاز میں سفر حجاز فرمایا سات دن متواتر ظہر سے عصر تک پہلے اردو میں پھر سندھی اور فارسی میں درسِ قرآن دیتے رہے۔ جہاز کا کھانے پینے کا عملہ بے نماز تھا۔ حضرتؒ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ سات دن کچھ نہ کھایا۔ اس لئے کہ کھانا بے نماز کے ہاتھ سے تیار ہوتا تھا۔

آج کل لوگ سیاسی جماعتوں کے لئے اکٹھے ہوتے اور ہفتہ وار اجلاس منعقد کرتے ہیں تو ہم رضا الٰہی کے لئے اللہ اللہ کرنے کے لئے ہر جمعرات کو کیوں اکٹھے نہ ہوں ہمیں ضرور اللہ تعالیٰ کی ذات کو خوش کرنے کے لئے ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنا چاہیے۔

عَنۡ عُبَادَۃَ بۡنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ مَنۡ شَہِدَ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ حَرَّمَ عَلَیۡہِ النَّارَ (رواہ مسلم)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ جو کوئی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں تو اللہ نے اس شخص پر دوزخ حرام کر دی۔

یہاں توحید و رسالت کی شہادت سے مراد دعوت اسلام کو قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہا گیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت پورے اسلام کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ جس نے یہ شہادت سوچ سمجھ کر دی درحقیقت اس نے پورے اسلام کو اپنا دین بنا لیا۔ اب اگر بتقاضائے بشریت اس سے کوئی کوتاہی ہو بھی جائے تو توبہ وغیرہ سے اس کی تلافی کرنے پر انشاء اللہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے گا۔

یہاں توحید و رسالت کی شہادت سے مراد دعوتِ اسلام کو قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ زبانی جمع خرچ مقصود نہیں ہے جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ ہمارا خالق و مالک صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی ہماری آرزوؤں کا پورا کرنے والا۔ مشکلوں کو حل کرنے والا، مصیبت کے وقت کام آنے والا ہے اور اس کے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں اسی کی عبادت ہے اسی کے آگے سجدہ جائز ہے اور کسی کی عبادت نہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سجدے کے لائق نہیں اگر اس بات کا کامل یقین ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاضر ناظر جان کر انسان گناہوں سے بچتا رہے اور اللہ کی عبادت پانچ وقت کی نماز، روزہ، ذکر و فکر میں مشغول رہے تو یقیناً جنت میں جائے گا۔

دراصل جنت میں ایمان لے جائے گا لیکن ایمان کو محفوظ اور صحیح سلامت رکھنے کے لئے اعمال کی بے حد ضرورت ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ کا ایمان آپ کو نماز پڑھنے کے لئے نہیں کہتا، روزہ سے دور رکھتا ہے۔ صبح کو گرم گرم بستر پر سوتے رہنے کو کہتا ہے تو آپ کا ایمان بہت کمزور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان پختہ ہوتا۔ تو کبھی اللہ تعالیٰ کی جان بوجھ کر نافرمانی کا مرتکب نہ ہوتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنۡ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدۡ کَفَرَ۔ جس نے جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے نماز تو کجا ایک نماز دانستہ چھوڑنے والے کو کافر فرماتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق و محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ہم نماز نہ پڑھیں اور سینما دیکھیں، بے ایمانی اور بددیانتی کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو اپنی یاد اور صحیح معنوں میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ:

توحید و رسالت کی شہادت سے مراد دعوتِ اسلام کو قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت پورے اسلام کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جس نے یہ شہادت سوچ سمجھ کر دی، درحقیقت اسی نے اسلام کو اپنا دین بنایا۔ اب اگر بتقاضائے بشریت اس سے کوئی کوتاہی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے پر انشاء اللہ عذابِ جہنم سے محفوظ رہے گا۔

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَنۡ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسۡتَقۡبَلَ قِبۡلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیۡحَتَنَا فَذٰلِکَ الۡمُسۡلِمُ الَّذِیۡ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوۡلِہٖ فَلَا تُخۡفِرُوا اللّٰہَ فِیۡ ذِمَّتِہٖ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ پس وہ مسلم ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی امان ہے اور اللہ کے رسول کی امان اور سو تم اس کے عہد کو نہ توڑو۔

آج کل ہمارے ملک میں ایک فساد برپا ہے
(باقی ص۱۶ پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۵ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ ۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء

اتحاد بین المسلمین

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ○ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰۗئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاُولٰۗئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر تمہیں اس سے نجات دی۔ اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ ان لوگوں کی طرح مت ہو جو متفرق ہو گئے۔ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے انہوں نے اختلاف کیا۔ ان کے لئے بڑا عذاب ہے

معزز حضرات!

اسلام کے ظہور سے قبل عرب کی زمین قتل و غارت کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ ریگستان عرب میں جان و مال کی قیمت بڑی ہی ارزاں اور سستی تھی۔ عرب کے باشندے تہذیب و تمدن اور اخلاق و معاشرت سے قطعی ناآشنا تھے۔ باہمی خلوص و محبت اور ہمدردی و انسانیت کا ان میں نام ونشان بھی نہ تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے ایک صدائے قدسی بلند ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اقصائے عالم میں پھیل گئی۔ وہ آواز دلنواز اسلام کے داعی اور پیغمبر اسلام کی آواز تھی جس نے جاہلوں، وحشیوں اور نیم وحشیوں کو یہ بتلایا کہ انسان اپنے فعل میں اس قدر مختار نہیں ہے جتنا کہ انہوں نے سمجھ رکھا تھا اور یہ کہ انسان کے افعال کا ایک نگہبان بھی ہے جسے خدا کہتے ہیں — پس اس آواز پر جو لبیک کہتا ہے اور اس خدائے وحدہ لاشریک کی قدرتوں پر ایمان و یقین رکھتا ہے جان لے کہ اُسے تقویٰ کی راہ اختیار کرنا ہوگی کیونکہ اس کے بغیر اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ زندگی کا پیدا ہونا محال ہے۔

اسلام نے بتلایا کہ انسان انسان سے قتل و غارت گری کے رشتے میں منسلک نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان اس سے بہتر رشتہ ہے اور وہ رشتہ باہمی خلوص و محبت اور اخوت کا رشتہ ہے اور یہ رشتہ بھی اسی صورت میں قائم رہ سکتا اور استوار ہو سکتا ہے کہ دلوں میں خوف خدا کا غلبہ ہو اور تمام انسان ایک ہی ضابطۂ حیات، لائحہ عمل دستور زندگی اور نظام حیات کے پابند ہوں پھر تقویٰ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی، اخوت، اور دوسری عام خوبیاں اسی وقت باقی رہ سکتی ہیں جب ان میں ایک جماعت دعوت تبلیغ کے لئے قائم رہے۔ جو اپنے قول و عمل سے دنیا کو اُس ضابطۂ خیر کی طرف بلائے جس پر خود عمل پیرا ہیں۔ اور جب دیکھے کہ لوگ نیکی سے غفلت کر رہے ہیں اور برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں تو وہ جماعت انہیں بھلائی کی طرف متوجہ کرے اور برائی سے روکے۔

اسلام پر جینا اور اسلام پر مرنا

مذکورہ بالا آیات قرآنی میں اسی نظریہ کے پیش نظر مسلمانوں کو اللہ رب العزت کی طرف تلقین کی گئی ہے۔ اور یہ پروگرام انہیں دیا گیا ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ خداوند قدوس ذوالجلال سے استقامت کا طالب رہے۔ جیے تو قانون تقویٰ الٰہی کے ماتحت اور مرے تو قانون اسلام کے مطیع زندگی اور موت دونوں کی منزلوں سے مسلمانوں کو اللہ کے تابع فرمان ہو کر ہی گزرنا ہے۔ چنانچہ کوئی حرکت مرتے دم تک مسلمانی کے خلاف اس سے سرزد نہ ہونی چاہیے۔ اور یہی ایک مسلمان کا منتہائے مقصود ہے کہ وہ اسلام پر جیے اور اسلام پر مرے۔

اعتصام بحبل اللہ یا تمسک بالقرآن

اسلام کو اپنانے کے بعد اب مسلمانوں کو اپنے دستورِ حیات سے منسلک رہنے اور اس کی پابندی کی ہدایت کی گئی ہے۔ کہ اس کے بغیر ان کی بقاء ناممکنات میں سے ہے۔

خداوند قدوس نے تدبیر بتائی ہے جسے اختیار کر کے امت مسلمہ دشمنوں کی سازشوں اور شر و فساد سے بچ سکتی ہے یعنی یہ کہ تمام افراد امت مجموعی طور پر اتحاد و اتفاق کے ساتھ اللہ کی رسی (قرآن اور شریعت اسلامیہ) کو مضبوط تھامے رہیں۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے گر سب مل کر اسے پوری قوت سے پکڑے رہو گے تو تمہارے مقابلے میں کوئی شیطانی قوت کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ کوئی غلط کار شیطان تمہیں بے راہ اور گمراہ نہ کر سکے گا۔ اور انفرادی زندگی کی طرح تمہاری اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر ہو جائے گی۔

یاد رکھو! تمسک بالقرآن ہی وہ چیز ہے۔ جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک مردہ قوم تازہ زندگی حاصل کرتی ہے۔

محترم حضرات! قرآن کریم کو تھامنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہے اور یہ ایسا نسخہ ہے جسے استعمال کرنے سے قوم کی تمام سیاسی، معاشی، سماجی، اخلاقی اور دنیاوی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ قرآن عزیز اس دنیا میں کامیابی کا پیغام دیتا ہے اور دوسری دنیا میں سرخروئی و کامیابی کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کی تعلیم

انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ کلام اللہ ہمارے انفرادی اور اجتماعی تمام مسائل کا حل بتاتا ہے۔ غرض وہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے اور مسلمان قوم کی کامیابی و سربلندی کا راز اس کی پیروی میں چھپا ہے لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ اسے اپنی خواہشات و آراء اور اہواء کا تختۂ مشق بنا کر قوم کو تفرقہ بازی میں مبتلا کر دیا جائے۔

قرآنِ عزیز کا مطلب معتبر وہی ہوگا جو احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے عین مطابق ہو اور قرآنِ عزیز کا یہ مطلب امت مسلمہ میں اجتماع و ائتلاف کا باعث بنے گا۔ انتشار و تفرقہ بندی دور ہوگی۔ علیحدگی و بیگانگی اور تفرقی و پراگندگی کی تاریکیاں رخصت ہو جائیں گی اور اتحاد و اتفاق کی روشنی امت کا احاطہ کرے گی۔

یہ بات کبھی بھی نہ بھولنا چاہیے اور مشاہدات و تجربات کی دنیا میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اشتات و انتشار کی حالت جب مادہ پر طاری ہوتی تو تکوین کی جگہ فساد اور وجود کی جگہ عدم و فنا کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔ جسم پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام پہلے بیماری اور پھر موت ہے۔ اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اس کو قرآنِ حکیم اپنی اصطلاح میں عمل سوء اور عصیان و طغیان سے تعبیر کرتا ہے اور پھر یہی چیز ہے کہ جب قوموں اور امتوں کی اجتماعی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ اقبال کی جگہ ادبار، عروج کی جگہ تسفل، ترقی کی جگہ تنزل، عظمت کی جگہ ذلت، حکومت کی جگہ محکومی اور بالآخر زندگی کی جگہ موت اس پر چھا جاتی ہے۔

قرآنِ حکیم نے اسی وجہ سے اجتماع و ائتلاف کو جابجا اور برملا طور پر قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور اس لئے انسان کے لئے اسے اللہ کی جانب سے رحمت و نعمت قرار دیا ہے اور اس کو اعتصام بحبل اللہ کی تعبیر عظیمہ سے موسوم کیا ہے۔

اخوت۔ تذکارِ احسان

امت مسلمہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں یعنی اہل عرب کو مخاطب کرکے کہ وہ اسلام سے قبل جاہلیت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شرک و بت پرستی اور کینہ و عناد میں مبتلا تھے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، حتیٰ کہ بھائی بھائی کا دشمن تھا، جنگیں اور خونریزیاں عام تھیں اور وہ انسانیت کے درجے سے گر کر درندوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ خداوندِ قدوس نے اپنا احسان جتلایا اور پھر عرب و عجم سے خطاب فرمایا:

اللہ کا یہ احسان یاد کرو کہ کیسی عظیم الشان نعمت ہے جس سے سرفراز کئے گئے۔ تمہارا یہ حال تھا کہ بالکل بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ نے تم سب کو باہم ملا دیا اور اکٹھا کر دیا۔ پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اور اب بھائی بھائی ہوگئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بقاء و قیام نہیں ہو سکتا۔ وہ بلا کی ایک آگ ہے جس کے دہکتے ہوئے شعلوں کے اوپر کبھی قومی زندگی نشو ونما نہیں پا سکتی اور تمہارا یہ حال تھا کہ آگ کے دہکتے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ لیکن اللہ نے تمہیں بچا لیا اور اپنے فضل و رحمت کی نشانیاں اس طرح کھولتا ہے تاکہ کامیابی کی راہ پا لو۔

درحقیقت صدیوں کے اختلافات کا اُٹھ جانا، نزاعات اور جھگڑوں کا خاتمہ، لڑائیوں کا انسداد، جذباتِ کینہ و انتقام کا محو ہو جانا، مثالی امن کا قائم ہو جانا، بھیڑیوں کا گلہ بان ہو جانا، رہزنوں کا محافظ جان و مال کے لقب سے ملقب ہونا، دشمنانِ جان کا ایمانی و قلبی اخوان (بھائی) ہو جانا اور تمام جزیرہ نمائے عرب میں ایک ہی کلمہ زبان پر، ایک ہی اعتقاد دل میں، ایک ہی ولولہ دماغ میں، ایک ہی مقصود کی تڑپ اور سب کا ایک ہی مسجود و معبود کو مستحق عبادت و استعانت سمجھ لینا، ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ اور رحمتِ عظیمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بطور تذکار احسان ضرور ذکر فرماتے اور اسلام اس خصوصیت کو اپنے شرف و برتری کی دلیل قرار دے۔

بزرگانِ محترم! اخوت اسلامی جس کا بانی اسلام ہے وہ محبتِ ایمانی کے اس جذبے کا نام ہے جس کی بنیاد نہ منفعتِ مالی پر ہے اور نہ لذتِ نفسانی پر۔ اور یہی وہ اخوت ہے جو اغراض سے بالاتر اور مادیات کے اثر سے بلند تر ہے۔

ذرا میدانِ احد تک نگاہِ علمی کو وسیع کیجئے اور دیکھئے کہ بادشاہِ دو جہان کی بیوی چہیتی ملکہ، مومنین کی ماں طیبہ عائشہ صدیقہ جسے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حمیرا فرمایا کرتے تھے۔ پانی کی مشک کندھے پر اُٹھائے ہوئے ہے اور فرزندانِ اسلام کو پانی پلا رہی ہے۔ زخمیوں کے منہ میں قطرہ قطرہ ٹپکا رہی ہے۔ کیا کسی دنیوی بادشاہ کی ملکہ نے بھی کبھی ایسا کام کر دکھلایا ہے؟

ایک صحابی کی سنو حذیفۃ العدوی کہتے ہیں کہ وہ میدانِ یرموک میں اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں نکلا۔ پانی ساتھ لے گیا تھا، بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے پانی پلانے کو تھا کہ دوسرے زخمی کی آواز آئی "آہ"! زخمی نے بھائی کو اشارہ کیا کہ پہلے اُسے پلاؤ۔ وہ اس کے پاس پہنچا دیکھا کہ ہشام بن العاص ہیں رضی اللہ عنہ۔ انہیں پانی پلانے لگا تو تیسرے زخمی کی بھی آواز آئی اس نے کہا "پہلے اُسے پلاؤ"۔ اس کے پاس پہنچا۔ وہ اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔ واپس آیا تو ہشام کو پایا کہ جنت کو سدھار گیا۔ بھائی کی طرف لپکا تو دیکھا کہ وہ بھی جامِ طہور کا سرور حاصل کر چکا تھا۔

میدانِ جنگ، زخمی اور آخری سانس اور اپنے اپنے نفس کے مقابلے میں دوسرے بھائی کا جو خون کا بھائی نہیں بلکہ ایمان کا بھائی ہے۔ یہ احترام، یہ تقدم اسلام کے سوا اور کہاں نظر آ سکتا ہے؟

افسوس ہم نے بزرگوں کے کارناموں کو یکسر بھلا دیا اور تعلیماتِ اسلامی سے روگردانی اختیار کر لی۔ ورنہ اسلام اور فرزندانِ اسلام کی شاندار تعلیمات و روایات کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عالم قطعی طور پر قاصر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بزرگوں کی روایات اور تعلیماتِ اسلامیہ کے احیاء و بقا کے لئے ایک جماعت ہو جو اسلام کی ابدی خوبیوں اور تعلیمات کو اجاگر کرے اور فریضۂ دعوت و ارشاد سرانجام دے۔ قرآن عزیز نے بھی اس حقیقت و ضرورت کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اور چاہیئے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برائی سے منع کرتی رہے اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ

مصائب کا نزول ہمارے اعمال و افعال کا نتیجہ ہے

— میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین —

دنیا دارالحزن ہے، دارالابتلاء ہے اس کا کونہ کونہ مصائب سے بھرا ہوا ہے۔ روزمرہ کے مشاہدات میں غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا مصیبتوں کا گھر ہے اور کون ہے جو درد و الم میں مبتلا نہیں۔

؎ دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد

غم نتیجہ ہے احتیاج کا اور انسان سرتاپا احتیاج ہے اور اسی لئے غم کا پتلا ہے اپنے احتیاج کو دور کرنے کے لئے انسان شب و روز حیران و سرگردان رہتا ہے ایک حاجت پوری ہوتی ہے تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے، ایک مصیبت ٹل جاتی ہے تو دوسری آ نازل ہوتی ہے۔ اسی طرح غم والم کا سلسلہ تازیست جاری رہتا ہے۔ انسان مسرت و الم کی گرفت میں جکڑا ہوا ہے۔ خوشی کا موقع آئے تو جامے میں پھولا نہیں سماتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوز و الم کا اس نے کبھی نام ہی نہیں سُنا۔ دولت بے دریغ خرچ کرتا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے خوشی کا اظہار کرتا ہے اور اگر خدا نخواستہ کوئی مصیبت آجائے تو پھر وہ چیخ و پکار اور واویلا کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ساری عمر میں راحت و چین کے دن کبھی دیکھے ہی نہیں۔ کبھی تقدیر کو کوستا ہے اور کبھی اپنی تدابیر پر افسوس کرتا ہے۔ غرضیکہ اس خاکی بدن کے ساتھ انسان کی جان کا بھی عجیب تعلق ہے۔ شدتِ غم میں یہ تعلق ٹوٹنے کے قریب ہو جاتا ہے اور فرطِ خوشی میں بھی روح قالب سے نکلنے کے لیے بے چین ہوتی ہے۔ یُسر اور عُسر اور غم اور خوشی دنیا میں لازم و ملزوم ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

لیکن انسان نہ راحت و مسرت میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور نہ درد و الم میں صبر کرتا ہے

مصائب ہمارے اعمال بد کا نتیجہ ہوتے ہیں

وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ جو تم پر مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف ہی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمہ خیر ہے، خیر مطلق ہے، خیر محض ہے۔ وہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا، ظلم اس کی شان کے منافی ہے۔ نہ اس کو کسی کے ساتھ عداوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ ہم خود اپنی ذات کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اور ہم خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ ہمارے سارے درد و الم ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہیں۔ ہماری معصیت گناہ اور بدکاری اور ہمارے ذمائم اخلاق کا نتیجہ درد و غم اور سوز و الم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اسی اصول کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ تُرَدُّ عَلَیْکُمْ، یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو تم پر لوٹائے جاتے ہیں یعنی جیسے اعمال کرتے ہو ویسا ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔ جیسے ہمارے اعمال ہوں گے ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔ یہ سوز و الم جو انسان کے قلب کو کھائے جا رہا ہے، نتیجہ ہے اس کے اعمال بد کا۔ ہر مصیبت کے وقت انسان اگر غور کرے تو اس کو اس امر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کہ وہ خود ہی اپنا سب سے بڑا دشمن ہے اور یہ مصیبت اس کے اپنے ہی فعلِ بد کا نتیجہ ہے۔ جن قوانین پر دنیا کا نظام قائم ہے یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ ان قوانین کا بنانیوالا اور نافذ کرنے والا علم و حکمت کے ساتھ رحم و کرم کا بھی لامحدود سرچشمہ ہے۔ ایسے علام الغیوب اور ارحم الراحمین کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور کرنے کی گنجائش پیدا نہیں ہو سکتی کہ اس نے کوئی غلط قانون بنایا ہو جس کی وجہ سے اس کے بندے دکھ درد اور رنج و کلفت میں مبتلا ہوں۔ مسلمان یا غیر مسلمان ہر وہ شخص جو خدا کو مانتا ہے۔ کبھی بھی اس تصور کی ہمت نہیں کر سکتا۔ غم و الم کی تاریکیاں نتیجہ ہیں۔ ہمارے اعمال بد کا اور قانون الٰہی کو پس پشت ڈالنے کا

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر دنیا میں گرفت کرتا اور سزا دیتا تو سطح زمین پر کوئی جاندار بھی زندہ نہ رہتا مگر وہ اپنی حکمت سے ایسا نہیں کرتا بلکہ مجرموں کو مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔

منازل عالیہ تک رسائی کے لئے درد و غم لابدی اور ضروری ہے

ہر آفت و مصیبت ہماری سیرت کے کسی نہ کسی نقص کو رفع کرتی ہے اور معلم حقیقی کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے جو ہمیں اپنے نقائص و ذمائم کی طرف متوجہ کرتی ہے اور ان کی اصلاح کا موقع دیتی ہے۔ ظلمت سے نکال کر نور کی طرف ہمارا رُخ پھیرتی ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑتی ہے۔ مصائب کے ذریعہ ایمان کی میل کچیل صاف ہو جاتی ہے۔ درد و غم کا وجود اس پُراسرار کائنات میں بے معنی نہیں ہے یہ خیر کی منزل تک لے جانے کا قوی ذریعہ ہے دکھ اور درد انسان کو اسکے اعمال کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اصلاح کا ذریعہ بنتے ہیں۔ مصیبت سے قلب میں وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو سینکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ برسوں کے مجاہدات سے باطن کو وہ نفع نہیں پہنچتا جو ایک ساعت کے حُزن سے پہنچتا ہے۔ غم سے نفس کو تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن روح میں نور پیدا ہوتا ہے اور ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ دنیا کی مصیبتیں ظاہر میں زخم ہیں لیکن درحقیقت ترقی کا ذریعہ ہیں۔ ہماری ہر ناکامی میں ایک حکمت ہے۔ دل مضطر مجبوراً خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جب مصیبت آتی ہے تو انسان کی فطرت اس کو اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور کرتی ہے مصائب و تکالیف کا نہ آنا انسان کو سرکش بنا دیتا ہے اور اس کے دماغ میں فرعونیت پیدا کرتا ہے۔

بلا پر صبر کرنے سے بلا نعمت میں مُتبدل ہو جاتی ہے

جب کشتی مصائب و آلام کے بھنور میں محصور ہو جائے اور حیرت و یاس تمہارے سرمایۂ حیات کو لوٹنے کے درپے ہو اور خوف و ہراس کی لہریں تمہارے قلب میں قیامت برپا کر رہی ہوں، دل بیٹھا جا رہا ہو اور دنیا تمہاری نظروں میں تاریک ہو جائے تو صبر سے کام لو اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سامنے رکھو کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ انسان کا یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے۔ اس کی ہر حالت کو دیکھتا ہے اور اس کی ہر پکار کو سنتا ہے۔

ور وہ اسکے درد و غم سے واقف ہے غم کی چبھن کو کم کر دیتا ہے۔ جب رضائے الٰہی پیش نظر ہو تو مشکلات میں بھی سکون ملتا ہے لذت تعلق میں ہے تعلق ہو تو انسان محسوس کرتا ہے کہ "ہرچہ از دوست رسد نیکوست" اگر تعلق ہو تو انعامات بھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔ صرف راحت و مسرت ہی اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں ہے۔ شکستگی، بے بسی اور درد و الم بھی اس کا کرم ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو۔ بلا پر صبر کرنے سے بلا نعمت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر چیز انسان کے حق میں رحمت ہوتی ہے، انسان اُسے خود مصیبت بنا لیتا ہے مصیبت آئے تو خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔ اور کانٹوں میں گھرے ہوئے پھول کی طرح مسکراتے رہو کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

کانٹوں میں گھرا ہُوا ہے چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

ہر وہ شخص جو مصائب کا شکار ہوتا ہے گنہگار نہیں ہوتا

درد و الم اور سوز و غم عام طور پر ہمارے معاصی و جرائم کی سزا کے طور پر عائد کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جو مصائب کا شکار ہوتا ہے گنہگار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر جو مصائب نازل ہوتی ہیں ان کی آزمائش کے لئے ہوتی ہیں اور ان کی ترقی درجات اور تطہیر کے لیے اور درد و غم سے زیادہ تطہیر کے لیے زیادہ مؤثر اور کوئی شئے نہیں ہے اسی خیال سے صوفیائے کرام بلا و مصیبت کو حق تعالیٰ کے بہترین انعامات میں سے شمار کرتے ہیں۔ نیکوں پر مصائب ان کی آزمائش اور رفع درجات کے لیے آتی ہیں ان کے جوہر نورانی کو چمکانے کے لئے مصائب کے ذریعہ آنچ یا تاؤ دیا جاتا ہے اور بلاؤں کے تازیانے سے ان کی اصلاح کی جاتی ہے۔

درد و غم اور مصیبت کے دور کرنے کا علاج

درد و غم اور مصائب کی چبھن کو کم کرنے کا واحد علاج یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کی اصلاح کی جانب توجہ کرے اور اپنے نفس کا تزکیہ کرے، غم و الم کی تاریکیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ جب غم کے بادل قلب پر چھانے لگیں تو خدا پر بھروسہ رکھو، انسان کا یہ یقین کہ اگر حق تعالیٰ اس کا ناصر و مددگار ہو تو سارے جن و انس مل کر بھی اس کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکتے دل سے خوف کو دور کر دیتا ہے۔ اس عقیدہ سے جمعیت تامہ نصیب ہوگی اور درد و غم کا احساس کم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ان صداقت بھرے الفاظ کی تکرار کرتے رہو

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر

ان کی تکرار سے بصیرت کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور حق تعالیٰ کی کفایت کا یقین ہو جاتا ہے اور اس یقین کی وجہ سے خوف دور ہو جاتا ہے۔ اور قلب سنبھل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ توکل لازم ہے۔ اپنی عقل سے تدبیر کے تیر چلاؤ گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ انسانی تدبیر کے تیر اکثر نشانے سے ہٹ کر گرا کرتے ہیں جب غم کے بادل قلب پر چھانے لگیں، تو قوت ایمانی سے کام لو اور اپنے خوف زدہ نفس کو مخاطب کرکے کہہ دو اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ اس سے دل کو اطمینان نصیب ہوگا اور غم کا احساس کم ہو جائے گا۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر بھی ناگوار حالات پیش آ جائیں تو بھی خدا پر بھروسہ رکھے اور اس کی رحمت کا دامن نہ چھوڑے اور امکانی کوشش میں پستی نہ دکھائے۔ دکھ اور سکھ دینے والے کو ہر حالت میں یاد رکھے۔

جب خطرناک حالات پیدا ہو جائیں تو اسباب پر بھروسہ نہ کرو۔ اپنا ہر معاملہ مسبب الاسباب کے سپرد کر دو اور مخلوق میں سے کسی کا آسرا نہ لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آستانہ سے دھکے دے کر نکال دے گا جو اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب تک اسباب سامنے رہتے ہیں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر یہ غائب ہو گئے تو پھر کیا ہوگا اور جب غائب ہو جاتے ہیں تو اور زیادہ اذیت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ ہر حال میں تکلیف اٹھاتے ہیں اسباب ہوں تو بھی نہ ہوں تو بھی لیکن جن کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے ان کے لئے اسباب کا وجود و عدم برابر ہوتا ہے۔

ہماری مثال پنجرے میں پھنسے ہوئے جانور کی ہے، اس کو تحمل کرنا چاہئے اور صبر و سکون سے پابہ زنجیر ہو جانا چاہیے ورنہ جتنا پھڑپھڑائے گا اتنا ہی پھنسے گا۔ آزاد تو ہو نہیں سکے گا لیکن پر زخمی ہو جائیں گے۔

تڑپو گے جتنا جال کے اندر
جال گھسے گا کھال کے اندر

مصیبت آئے تو صبر سے کام لو اور خدا پر بھروسہ رکھو اللہ تعالیٰ اس کو دور کرنے کے سامان خود پیدا کر دیں گے۔ اگر بے صبری کرو گے تو مصیبت کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گی اور موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگو گے۔

بلا کے نازل ہونے کے بعد ہم بیٹھتے اُٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہیں۔ کہیں نوافل ادا کرتے ہیں کہیں خیرات کر رہے ہیں۔ دن رات اُس بلا کو ٹالنے کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ سختی کے وقت ہماری نظر اسباب سے اٹھ کر صرف مسبب الاسباب پر ہوتی ہے جہاں سختی کی گھڑی گذر گئی پھر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ بلا کے نزول کے بعد ہم اپنی عبدیت کا جو مظاہرہ کرتے ہیں اگر اس کے نزول سے پہلے برضا و رغبت کرتے تو شاید یہ بلا نازل ہی نہ ہوتی اور ہم غم و الم کے انگاروں سے جھلسنے سے بچ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر حالت میں یاد رکھو دکھ ہو یا سکھ یہی مسلمان کا شیوہ ہے

ضروری اعلان

معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر کوئی شخص اپنے آپ کو مزار کا مجاور ظاہر کرکے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرتا ہے ہمارے سلسلے میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ مجاورت وغیرہ قسم کی کوئی صورت برداشت کی جا سکے۔ احباب کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اُسے انجمن یا ادارے کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔ بعض احباب کی شکایت پر یہ اعلان ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس بری رسم کی داغ بیل نہ پڑ سکے اور اس کا یہیں خاتمہ ہو جائے۔ (امیر انجمن خدام الدین)

خواتین کا صفحہ

علمِ حدیث کی ماہر مُسلم خواتین

محمد سُلیمان قادری ایبٹ آباد (ہزارہ)

دنیا کے تمام ملل و اقوام کے منکرین کا خیال ہے کہ علم و فن کے کسی شعبہ کو فروغ دینے میں عورتیں مردوں کے برابر کوشش نہیں کر سکی ہیں۔ مگر اسلام میں ایسی خواتین گذری ہیں، جنہوں نے شعر و شاعری اور علم حدیث کی خدمت مردوں سے کم نہیں کی اور اسلامی ثقافت کی تاریخ میں اُن کے نام ہمیشہ آبِ زر سے لکھے نظر آئیں گے۔ صحبت امروزہ میں صرف علم حدیث کی ماہر خواتین کا تذکرہ مقصود ہے۔

امہات المومنین

شارع اسلام علیہ افضل التحیۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہی اکثر صحابیات نے اپنی زندگیاں احادیث یاد کرنے اور انہیں مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امہات المومنینؓ علوم نبوت کی کلید بردار سمجھی جاتی تھیں۔ جب کبھی کسی کو کسی مسئلہ کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی تو وہ ازواج النبی صلعم میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا تھا۔ صحابہ میں سے جن بزرگوں نے اپنی زندگیاں علم حدیث کی تحقیقات کے لئے وقف کر رکھی تھیں، اُن کے لئے ازواج النبی صلعم کے دروازے ہر وقت کھلے تھے اور وہ ہر وقت اُن کی خدمت میں حاضر ہو سکتے تھے۔ ان صحابہ کی طرح صحابیات کی ایک جماعت بھی احادیث کی تحقیقات اور ان کی نشر و اشاعت میں ہر وقت مصروف رہتی تھی۔ ان میں اسماءؓ، حفصہؓ، ام حبیبہؓ، میمونہؓ، ام سلمہؓ، اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن کے اسماء مبارک سے ہر مسلمان واقف ہے۔ اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کی محدثات بھی یہی گرامی قدر ہستیاں ہیں۔ خصوصاً جتنی اشاعت احادیث، کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ذریعہ سے ہوئی اور کسی سے نہیں ہو سکی۔ موصوفہ نے صرف احادیث بیان نہیں فرمائیں بلکہ اُن کی صحیح تشریح بھی بیان کی ہے۔

تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ

تابعین کے زمانہ میں بھی محدثات کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ ابن سیرین ام الدردا کی صاحبزادی حفصہؓ اور عبدالرحمان کی بیٹی عمارہؓ اس زمانے کی محدثات میں خاص شہرت رکھتی ہیں۔ ایاس بن معاویہ ام الدردا کو اس زمانے کے تمام محدثین اور محدثات پر روایت کی صحت کے اعتبار سے اور صحیح احادیث اور ضعیف روایات میں تمیز کرنے کے اعتبار سے ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے علم و فضل کا تمام عرب میں شہرہ تھا۔ عمارہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مرویات کی بہترین ماہر سمجھی جاتی تھی۔ جن محدثین نے اس فاضلۂ روزگار سے علم حدیث حاصل کیا تھا ان میں سے ابوبکر بن حزم قاضی مدینہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ جتنی احادیث اس محدثہ کو معلوم تھیں وہ سب ایک جگہ جمع کر کے پیش کیجئے۔

اس سے بعد کے زمانہ کی مشہور محدثات عبیدۃ المدنیۃ، عبیدہ بنت یشرام عمرو الثقفیہ زینب بنت علی بن عبداللہ بن عباس، نفیسہ بنت حسن، خدیجہ ام محمد، عبیدہ بنت عبدالرحمان اور بعض دیگر محدثات ہیں۔ چونکہ علم حدیث کی تحصیل کے شائقین کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اس لئے یہ خواتین طالبانِ حدیث کو فرداً فرداً سبق دینے کی بجائے طلبہ کے مجمع میں لیکچر دیتی تھیں۔ ان سب کے علم و فضل پر علماء کا اتفاق ہے۔ مورخین کہتے ہیں کہ تنہا عبیدہ سے دس ہزار احادیث مروی ہیں جو اس نے مدینہ کے استادوں سے یاد کیں۔ یہ ایک کنیز تھیں۔ برخلاف اس کے کہ زینب مسلمان شاہزادی تھیں۔ ان کا والد سفاح بانی خاندان عباسیہ کا برادر عم زاد تھا اور خلیفہ منصور کے زمانہ میں بصرہ، عمان اور بحرین کا گورنر تھا۔ مگر اس کی لڑکی زینب نے دینوی شان و شوکت پر لات مار کر اپنی زندگی علم حدیث پڑھنے اور دوسروں کو پڑھانے کے لئے وقف کر دی اور وہ بہ اتفاق مورخین اپنے زمانہ کی فاضل ترین خاتون تھی۔ صدہا محدثین نے اس محدثہ سے علم حدیث کی تحصیل کی اور اس کے شاگرد تمام اسلامی دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ

ترجمہ: لوگو! عبرت حاصل کرنے کے لیے ہمارے بندے ایوب کے حالات پڑھو۔

حضرت ایوبؑ علیہ السلام

حافظ محمد اشرف کیمل پور (محلہ مہرپورہ)

تمام مسلمانان عالم پر ظاہر ہے کہ شیطان ہر وقت شیطنت پر لگا رہتا ہے۔ یہ صرف ہم گنہگاروں کو ہی نہیں اکساتا بلکہ اس لعین نے ہمارے پیغمبرانِ اسلام کی بھی کئی مواقع پر مخالفت کی اور خداوند لم یزل نے امتحاناً اپنے پیغمبروں کے جذبۂ صبر کو آزمایا۔ اوراقِ کلام غفور الرحیم شاہد ہیں کہ ربِ کریم سے ——— جناب ایوب علیہ السلام باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ ایک دن شیطان کو پتہ چل گیا کہ ابھی خداوند عالم حضرت ایوبؑ سے مصروفِ گفتگو ہیں۔ سو شیطان عازمِ آسمان ہوا اور دربارِ خداوندی میں جونہی پہنچا تو ندا آئی "ابلیس! تُو نے میرے بندے ایوبؑ کے صبر و استقلال کو دیکھا ہے"۔ ابلیس گویا ہوا۔ خداوند عالم! تو نے ایوبؑ کو خوب توانائی اور صحت بخشی ہے پھر کیوں نہ ایک توانا شخص تیرا شکر بجا لائے ہاں! مزا تب ہے کہ وہ اُس وقت تیرا شکر بجا لائے جبکہ اس کی توانائی اور صحت چھن جائے۔ حکم الٰہی ہوا۔ اے ابلیس جا ہم نے تجھے (سوائے زبان اور دل کے) اپنے پیارے ایوبؑ کے جسم کا اختیار دے دیا۔ لہٰذا حکمِ ایزدی سننے کے بعد شیطان نے حضرت ایوبؑ علیہ السلام کے ناک کے نتھنوں کے ذریعہ اس طرح شعلۂ آتش پھونکا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام جسم کو آگ لگ گئی بدن کے تمام بال تک جل گئے۔ زخموں کے زہر آلود مادے سے تمام ناخن گر گئے تھے یہاں تک کہ جب کبھی اُن کو خارش کرنا مقصود ہوتا تو وہ پتھر سے خارش کیا کرتے۔ خداوندِ کریم تیرے بے نیاز ہیں خداوند بخشندہ و برتر نے جس طرح ہر اندھیارے کے بعد اجیارا اور ہر رات کے بعد دن رکھا ہے اُسی طرح حضرت ایوبؑ کو خداوند کریم نے اُسی مذاق کی بیوی عطا فرمائی ہوئی تھی جو ہر لحاظ سے خدا کی رحمتوں کی آماجگاہ تھیں۔ ان کی بیوی رحمت بہت سے نبیوں کے صُلب سے پیدا ہوئی تھیں۔ لہٰذا حضرت رحمت نے اپنے شوہر ایوبؑ کے آگے اظہارِ ہمدردی کیا مگر پھر بھی حضرت ایوبؑ کی زبان سے یہی نکلا خدا کا شکر ہے کہ وہ جس حال میں رکھے۔ دریں اثنا جسم زخم آلودہ سے ایک کیڑا زمین پر گر گیا تو آپ نے وہی گرا ہوا کیڑا زمین سے اٹھا کر اپنے زخموں میں مستور کر دیا اور گویا ہوئے "اُے کیڑے! مجھ سے تو مالک دو جہاں امتحان لے رہے ہیں۔ تو کیوں زمین پر گر گیا ہے۔ میں تجھے بھوکا نہیں رہنے دوں گا"۔ خیر بیوی رحمت بدستور اظہارِ ہمدردی کرتی رہی۔ اور حضرت ایوب نے جواباً کہا کہ اے رحمت! تو دیکھ! تیرے جدِ امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ آگ میں ڈالے گئے۔ تیرے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کئی برس فراقِ یوسفؑ میں گذار دیئے۔ اے رحمت! اس کے بعد تیرے باپ حضرت یوسفؑ اندھیرے چاہ میں گرائے گئے اور مزید (تیرہ۱۳) برس کی قید میں رہ کر بھی ثابت قدم رہے۔ پھر اے میری رحمت تو صبر نہیں کرے گی؟ اس کے بعد پیغمبر خدا نے دست دعا برائے اہلیہ خود بلند کیئے اور دعا کی کہ خداوندا! میری بیوی کو صبر کی توفیق عطا فرما! اس کے بعد حضرت نے اپنی بیوی کو فرمایا کہ اے رحمت تو مجھے یہاں سے اٹھا لے یہ مسجد ہے اور زخموں کی وجہ سے پیپ کا مسجد میں گرنا جائز نہیں۔ اس پاک جگہ سے مجھے تو اٹھا کر باہر اس چبوترے پر لے جا جہاں فقیر، درویش اور مساکین مسکن پذیر ہیں۔ لہٰذا تو جا اور کسی آتے جاتے شخص کو بُلا کر لے آ تاکہ وہ مجھے یہاں سے اٹھا کر اُس جگہ پر لے جائے۔ بیوی "رحمت" نے کئی ایک معتقدوں کو کہا مگر انہوں نے ایک نہ سُنی اور بیوی صاحبہ نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ آخر حضرت ایوب نے کہا کہ تو جلدی سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ اور مجھے اٹھا اور سنو۔ اگر لوگ مجھ سے گریزاں ہیں میرا خدا تو موجود ہے تو فکر نہ کر اور ایک ہاتھ تو فوراً میری گردن کے نیچے رکھ پھر دیکھ خداوند تعالیٰ تیری کس طرح مدد فرماتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اسی طرح مدد فرمائی اور آپ کو اہلیہ نے چبوترہ تک پہنچا دیا۔ رات ہوئی تو لوگ خیرات و صدقات مساکین و فقراء کے لئے لائے تو حضرت ایوبؑ کو یہ ناگوار گذرا اور اپنی اہلیہ سے گویا ہوئے "اے رحمت! ہمیں خیرات و صدقات کے مال سے دلچسپی نہیں ہے لہٰذا تو ہمیں اس جگہ سے کسی اور جگہ لے چل"۔

خیر اُن کی بیوی کسی اور گاؤں میں حضرت ایوبؑ کو لے گئی۔ جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ وہاں کے لوگ نہایت زانی، فاسق اور بدمعاش ہیں تو حضرت ایوبؑ نے گریہ زاری کر دی اور اپنی اہلیہ سے گویا ہوئے "اے رحمت یہ گاؤں فاسق اور زنا کار لوگوں کا ہے تیرا حسن مثل یوسف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس امتحان کے وقت تیری عصمت داغ دار ہو جائے۔ لہٰذا تو مجھے یہاں سے اٹھا کر کسی دوسری جگہ لے جا۔ میں قیامت کے روز تیرے ابا یوسف کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ وہ حضرات مجھے کوسیں گے اور کہیں گے کہ اے ایوبؑ تو ہماری بیٹی کی عصمت کا تحفظ نہ کر سکا۔ لہٰذا میں خائف ہوں مجھے اس جگہ سے کسی اور جگہ منتقل کر دے"۔ دریں اثنا ایسی تیز ہوا چلی کہ حضرت ایوبؑ کے زخموں کی عفونت ہوا میں مل کر نزدیکی گاؤں کی طرف گئی۔ تمام لوگ کتے لے کر حضرت ایوبؑ کی طرف بڑھے اور گویا ہوئے کہ تو یہاں سے فوراً چلا جا ورنہ ہم یہ کتے تم پر چھوڑیں گے۔ القصہ لوگوں نے کتے حضرت ایوبؑ پر چھوڑ دیئے مگر کتوں کو پتہ نہیں کیا ہُوا کہ کتے واپس گاؤں کی طرف بھاگ گئے۔ لوگ پھر مُصر ہوئے کہ اے جذامی تو یہاں سے چلا جا ورنہ ہم تجھ پر بارانِ حجر کریں گے۔ حضرت ایوبؑ نے لوگوں کو فرمایا اے لوگو! مجھے اپنے گاؤں کے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔ سمجھنا کہ کوئی (معاذ اللہ) گلا سڑا، کتا پڑا ہُوا ہے"۔

آہ! یہ الفاظ لوگوں نے سنے اور لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو کس طرح اٹھائیں ہاتھوں میں اتنی جان ہے کہ تیرے خون آلودہ اور کرم خوردہ جسم کو اٹھائیں اور دماغ معطر کو لہر عفونت کے سپرد کریں۔ دریں اثنا حضرت مذکور نے اپنی اہلیہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا "اُے نیک العادات بیوی! تو شہر کے باہر اس شہر کے راستہ پر چلی جا اور جو شخص بھی وہاں سے گذرے اس کو میری مدد کے لیے لے آ۔ نیک بیوی نے حکم پر عمل کیا اور شہر کے باہر چلی گئی۔ کافی انتظار کے بعد دو خوبرو نوجوان حضرت ایوبؑ کی اہلیہ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جو کہ لباس فاخرہ میں ملبوس تھے۔ جب وہ نزدیک پہنچے تو نیک خصائل بیوی نے ان دونوں کو اپنے خاوند کی مدد کے لیے کہا، خیر وہ چل دیئے چلتے چلتے بیوی رحمت نے کہا کہ میرے خاوند کو گاؤں کے کوڑے کرکٹ پر پھینک آؤ۔ بڑے نووارد شخص نے پوچھا "اے عورت نیک سیرت! کیا نام ہے تیرے مرد کا؟ بیوی رحمت نے کہا

کو ایوبؑ نام ہے اُس کا اور وہ پیغمبر خدا کہلواتا ہے۔ لیکن اب لوگوں نے اُس سے کنارہ کشی کر لی ہے۔ دونوں شہزادہ نما دارد بیک زبان ہو کر بولے "ہم اور ہمارے والدین قربان ہوں پیغمبر اسلام حضرت سیدنا ایوبؑ پر" اس فقرہ کے کہنے کے بعد دونوں مع بیوی رحمت۔ حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچے۔ اور ان دونوں نے حضرت ایوب کو اُن کے حکم کے مطابق کوڑے کرکٹ کے نزدیک رکھ ڈالا اور وہ بعد از سلام غائب ہو گئے۔ جنابۂ رحمت نے پوچھا "کیوں پیغمبر خدا! یہ کون سی بادشاہی کے شہزادے ہیں؟" جواب ملا کہ اِن میں سے ایک حضرت جبرئیل اور دوسرے میکائیل ہیں جن کے لیے پیغمبروں کی خدمت باعث صد افتخار ہے۔ یہ کہہ کر آپ کوڑے پر دراز ہو گئے اور ہر دم خداوند ایزدی کا دم بھرتے اور شکر بجا لاتے رہے۔ لیکن جنابۂ بی بی رحمت بے ضبط ہو گئیں اور رو رو کے کہنے لگیں کہ اے خدا یہ وہی ایوبؑ ہے جس کو تو نے ایک برصغیر کا بادشاہ بنایا مخملی لحاف اور قاقم کی مسندیں مہیا کی ہوئی تھیں۔ اتنے اعلیٰ اور عمدہ لباس کے ساتھ ساتھ جاہ و عزت بخشی ہوئی تھی وہ سب کچھ کہاں چلے گئے۔ ہائے یہ کس کی نظر بد لگ گئی۔ آج میرے خاوند کا گھر یہ گندہ کوڑا کرکٹ ہے۔ حضرت ایوب نے جب اپنی بیوی کی لرزاں اور گریاں کرنے والی فریاد بغور سُنی تو آپ نے فرمایا: حَسْبُكَ اللّٰه تجھے اللہ کافی ہے۔ میرے سامنے فی الحال خدا کی نعمتوں کا ذکر کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ دنیا خدا نے امتحان کے لئے بنائی ہے۔ ہم دونوں کو دونوں حالتوں میں ثابت قدم رہنا چاہیے اور ہمیں اللہ سے راضی رہنا مقصود ہے آپ عرصہ تک حضور کوڑے کرکٹ پر پڑے رہے۔ اور زبان پر خداوند کریم کی حمد و ثنا و تسبیح فوارے کی مانند نکلتی رہی جب کبھی حضرت سیدنا ایوبؑ کو شدت بھوک تنگ کرتی تو ان کی بیوی لوگوں کے دروازہ پر جاتیں اور بعد از دستک کہتیں، کوئی ایسا خدا کا بندہ جو مجھ سے چکی پسوائے، پانی بھروائے اور کپڑے دھلوائے اور وہ مجھے بعوض کار روٹی دے۔ اسی طرح وہ روٹی لوگوں کے گھروں سے لاتیں اور اپنے زیرِ امتحان خاوند کو کھلاتی رہیں۔ حالانکہ وہ خود بھی زیرِ امتحان تھیں۔ ایک دن حضرت ایوبؑ نے اپنی بیوی کے ہاتھوں کی طرف اچانک دیکھا تو ان کے ہاتھ آبلوں بھرے ہوئے تھے بوجہ چکی پیسنے کے۔ اور کندھے مشک اٹھانے سے داغ دار ہو گئے تھے۔ حضرت ایوبؑ بڑے حیران و ششدر ہونے کے بعد حالتِ گریاں میں ہو گئے تو خداوند عالم سے کہا، اے خدا میں نے اس رحمت نامی شہزادی سے بہت بہت سخت کام لیے ہیں یوم آخر کو میں حضرت یوسف اور اس کے جدِ امجد کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ اس کے ہاتھوں اور کندھوں کو کیا ہوا تو میں مارے شرمندگی کے اور ندامت کے کچھ نہ کہہ سکوں گا۔ اور ہاں رحمت تو بھی میری بات سن لے تو جہاں چاہے چلی جا۔ میں نے تجھے بہت دکھ دیا ہے، ہلاک کیا ہے، کر رہا ہوں اور کروں گا۔ مجھ پر تو امتحان خدا ہے تو تو کم از کم بری الامتحان رہ۔ مگر رحمت نے اس قسم کے دل چھلنی کرنے والے الفاظ اپنے شوہر کی زبان سے سنے تو اسؓ نے کہا "اے میرے پیارے شوہر میں حشر کے دن اپنے آباو اجداد کو کیا جواب دوں گی، جب وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ نازو نعمت کے وقت، بادشاہی کے وقت تم نے ایوبؑ سے اچھا وقت گذارا اور اب الگ ہو گئی ہو۔ لہٰذا مجھے یہاں اسی حالت میں رہنے کی اجازت بخشیں مجھے پیغمبر خدا کی خدمت میں مولا کی رضا حاصل کرنے دیں۔ مجھے اجازت دو کہ میں تمام عمر تمہاری باندی بن کر رہ سکوں۔ اور تیمارداری کے لئے وقف رہوں۔ آخر حضرت ایوبؑ نے یہ بات بصد شوق قبول فرمائی۔ کافی عرصہ تک بیوی رحمت حضرت ایوبؑ کو چکی پیس کر، پانی بھر کر روٹی کھلاتی رہیں۔ ایک دن شیطان لعین بشکل شیخ اُس گاؤں میں آگیا جہاں پر پیغمبر خدا اور اس کی بیوی مسکن پذیر تھے۔ لوگوں کو شیطان نے یہ پڑھایا کہ اے لوگو! اس عورت کا خاوند عفونت اور زخموں کا مارا ہوا پڑا ہوا ہے یہ عورت انہی ہاتھوں سے اپنے خاوند کے زخم دھوتی ہے اور انہیں ہاتھوں سے تمہارے گھروں میں کام کرتی ہے۔ جس سے بیماری پھیلنے کا خطرہ لاحق ہے خبردار یہ عورت آئندہ تمہارے گاؤں میں نہ آئے ورنہ سب کے سب مریض اور جذامی بن جاؤ گے۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے اپنے دروازے بند کر لئے اور حکم دے دیا کہ یہ گاؤں خالی کر دو۔ خیر بیوی رحمت کو حضرت ایوبؑ سے حکم ملا کہ تم گاؤں سے باہر چلی جاؤ اور درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں سے ایک جھونپڑی تیار کر دو۔ خیر حکم ملنے کی دیر تھی۔ بیوی رحمت گاؤں کے باہر کافی دور پہنچنے پر ایک جگہ بیٹھ کر دعا کرتی ہیں۔ خداوند ایزدی مجھے اپنی مدد عطا فرما کہ میں اس کارِ عظیم کو سر کرلوں۔ اُدھر فرشتے پیغمبر خدا کے سخت ترین امتحان کو دیکھ دیکھ کر گریاں تھے۔ خدا سے چند فرشتوں نے عرض کی کہ باری اللہ ہمیں حکم فرمائیے کہ ہم چار فرشتے بیوی رحمت کی جا کر مدد کریں۔ خیر حکم خداوندی کے حامل چار ملائک آگئے اور بیوی رحمت سے گویا ہوئے۔ اے نیک سیرت خاتون ہم کو کوئی کام بتا ہم تیری مدد کرنے کو تیار ہیں۔ فرشتوں کو حکم ہوا جو حکم حضرت ایوبؑ تھا لہٰذا کچھ عرصہ کے بعد جھونپڑی تیار ہو گئی اور بیوی رحمت مع چار فرشتے حضور کو لینے کی غرض سے حضور کے پاس پہنچے اور ان پانچوں نے حضور کو نئی جگہ پر پہنچا دیا اور فرشتے بعد از سلام وہاں سے رخصت ہو گئے۔ خیر سے دو دن گذرے تیسرے دن حضرت ایوبؑ کو شدت کی بھوک لگی اور اس شدت کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہو گئی بیوی نیک العادات نے حضور پر چادر دراز کر دی اور پھر گاؤں میں چلی گئی۔ گاؤں سے کوئی خیرات نہ ملی۔ پھر آپ کسی دوسرے گاؤں بغرض حصول غذا روانہ ہوئیں جہاں سے وہ روٹی لائیں اور جب آپ حضرت کے پاس پہنچیں تو حضرت مکرم کی جان لبوں تک پہنچ گئی تھی۔ خیر پیغمبر خدا نے بعد از خورد و نوش خدا کا شکر ادا کیا اور بیوی سے کہنے لگے کہ رحمت! تو میرے ساتھ بہت تکلیف میں ہے اور خستہ حال ہو گئی ہے لہٰذا تو چلی جا مگر بیوی نے کہا اے پیغمبر خدا میں تم سے علیحدگی خدا سے علیحدگی سمجھتی ہوں، آپ مجھ کو یہ لفظ کہہ کر شرمسار نہ کیا کریں۔ یہ کام مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ خیر شیطان نے ایک آخری حربہ سوچا اور ایک اونٹنی پر سوار ہو کر جنگل کی طرف آیا جہاں بیوی رحمت تھیں — شیطان، دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ آدمی کی کمزوری عورت ہوتی ہے اور حضرت آدمؑ کو عورت ہی نے بہشت سے باہر نکلوا دیا تھا لہٰذا بیوی رحمت کے ذریعہ حضرت ایوبؑ کو رسوا کیوں نہ کیا جائے۔ القصہ شیطان لعین نے بیوی رحمت کو سلام کیا اور کہا کہ اے ایوب کی بیوی تیرا خاوند آسمانی کتاب کو مانتا ہے اور میں زمینی خدا ہوں آسمانی خدا سے بہت کچھ تیرے خاوند نے مانگا ہے مگر ہم پھر چھین لیتے ہیں۔ ہم ارضی خدا ہیں آؤ ہم تم کو اپنی ارضی خدائی کے دل کش محل اور دنیا دکھا دیں۔ بیوی صاحبہ رحمت نے پوچھا کہ کہاں سے میں تمہارے محلات دیکھ سکوں گی؟ شیطان نے کہا کہ اس ٹیلے پر سے۔ لہٰذا بی بی پاک اس ٹیلے پر گئیں تو کچھ عجیب سا سماں دیکھا۔ واپسی پر شیطان نے کہا کہ اگر تیرا خاوند مجھے سجدہ کر دے تو میں تم دونوں کو جنت میں جگہ دوں گا۔ اور تمام تکالیف سے مبرا کر دوں گا۔ بیوی رحمت نے ابلیس کی تمام تقریریں سن کر کہا میں یہ تمام باتیں اپنے خاوند سے کہوں گی۔

جب بیوی پاک اپنے گھر پہنچیں تو آپ نے تمام ماجرہ اپنے خاوند حضرت ایوب علیہ السلام کو کہہ سنایا، جس سے حضرتِ مذکورہ بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اے رحمت تجھ پر خدا کا قہر نازل ہو۔ تو نے کیا محل اور شان و شوکت کسی ارضی خدا کی دیکھی ہے تو نہیں جانتی کہ سب کائنات کا مالک سماوی خدا ہے جو کہ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ کہہ کر کہ حضرت ایوبؑ نے آسمان کی جانب اپنا منہ کیا اور دعا کی کہ اے خداوند کریم ایوبؑ کا ایمان تیرے ہاتھ میں ہے اور تیرے ہی سپرد ہے۔ اس کو ابلیس سے دور رکھ۔ اور اپنی بیوی کو کہنے لگے کہ اگر میں تندرست ہو گیا تو تجھے ایک سو کوڑے لگاؤں گا۔ بیوی نے کہا تو پھر آپ کیوں نہیں اپنی صحت کے لئے دعا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسّی برس دنیا میں تندرست رہا ہوں اور جب تک مجھے اسّی برس بیماری میں نہ ہو جائیں میں خدا سے دعا برائے صحت نہیں مانگوں گا کیونکہ مجھے شرم آتی ہے۔ اس کے بعد بیوی صاحبہ نے اجازت طلب کی کہ وہ غذا کا انتظام کرے۔ جب آپ برائے طلبیدنِ غذا چلی گئیں تو حضرت ایوبؑ کے دو ہمدم دیرینہ برائے ملاقات حضور آئے اور ملنے کے بعد کہنے لگے، ایوبؑ! تم نے ضرور کوئی ناقابلِ معافی گناہ کیا ہے، جس کی پاداش میں تجھے اتنی بڑی سزا ملی ہے اس بات سے حضرت ایوبؑ نے دعا کی کہ اے مولا تو شاہد ہے کہ میں گنہگار نہیں ہوں تو اپنا معجزہ دکھا کہ میں بے قصور و بے گناہ بے باق و پاک ہوں۔ لہٰذا آسمان سے ایک سفیدی مائل بادل کا ٹکڑا بھرپور نورِ خدا زمین کی طرف آیا جس سے ندا آئی کہ ایوبؑ بالکل پاک ہے اور بے گناہ۔ یہ ایک ایوبؑ کا سوز بخش امتحان ہے۔ یہ عذابِ خدا نہیں ہے۔ اس امتحان کو پہلے گذرے ہوئے ستر پیغمبران نے طلب کیا تھا مگر خداوند کریم نے یہ تحفہ حضرت ایوبؑ کے لئے وقف کیا ہوا تھا لہٰذا اُن کو میسر ہوا۔ یہ سن کر حضرت کے دوست چلے گئے اس کے بعد حضرت نے دعا فرمائی اور عرض کی اے باری تعالیٰ شیطان نے مجھے تنگ کیا ہے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین پر آپ کے پاس پہنچے اور سلام عرض کیا، خداوند دو عالم کا بھی سلام عرض کیا اور پیغام خدا پیش کیا کہ آپ زمین پر ایڑی لگائیں، جہاں سے چشمۂ شیریں ابل پڑا۔ پھر حکم خدا سنایا گیا کہ آپ اس میں خوب غسل کریں اور ٹھنڈا پانی نوش کریں جس سے آپ کی تمام بیماریاں دور ہو جائیں گی لہٰذا حضرت نے یہی کیا اور صحت یاب ہو گئے جسم چاندی کی مانند اور شکل مبارک پُر نور نکل آئی حضرت جبرئیل نے پھر خلعتِ بہشتی پہنایا۔ دریں اثنا بیوی رحمت صاحبہ تشریف لائیں اور دیکھا کہ وہ جھونپڑی ایک چاند کی مانند بنی ہوئی ہے اور دو خوبصورت حسین مرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ خاوند نظروں میں نہ آنے پر آپ کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں اور کچھ آگے بڑھنے پر حضرت ایوبؑ کو اُن کی شکل میں پایا جبکہ آپ جوان سال شہزادے تھے اور فرطِ محبت اور شادمانی کے بیوی رحمت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بیوی رحمت کی آنکھوں سے آنسو خشک ہوئے تو بولیں کہ مجھے آپ نے ایک سو کوڑے کی سزا دینی ہے مجھے وہ سزا آج ہی دیں لہٰذا اس بات پر حضرت جبرئیل نے کہا کہ خداوند دو عالم کا حکم ہے کہ بیوی نے حضرت ایوبؑ کے ہر دکھ اور تکلیف میں ساتھ دیا ہے لہٰذا اس کی ہم سفارش کریں گے کہ اس کو سزا نہ ملے اگر پھر بھی سزا دینے پر اصرار ہے تو کھجور کی ایک باریک ٹہنی جس کے ساتھ ایک سو شاخیں ہوں بیوی کو مارو۔ لہٰذا حضرت ایوبؑ نے ایسا ہی کیا اور اپنی قسم پوری کی۔ اس کے بعد ارشادِ خداوندی ہوا کہ اے ایوبؑ کیا تو وہی آل اولاد چاہتا ہے۔ جس کو ہم نے جنت میں آباد کیا ہوا ہے اور تم سے چھین لیا ہے اور وہی باغات و محلات تم کو درکار ہیں جو کہ اس سے پہلے تم کو میسر ہوئے صابر ایوبؑ نے عرض کیا "اے الٰہ العالمین! اگر وہ جنت میں مقیم ہیں تو مجھے اور عطا فرما دے"۔ اس پر خداوند کریم نے وہ اور اس سے بہتر عنایت فرمایا جس کا ذکر خداوند لم یزل کی پاک اور مقدس کتاب المبین کے تئیسویں سپارے اور سورۃ صٓ میں تیسرے رکوع میں ہے۔ یعنی ہم نے اُن کو وہی اہل و عیال اور ان کے ساتھ اتنی ہی رحمت عطا کر دی کہ یہ یاد ہمیشہ کے لئے باقی رہے اور سورۃ انبیاء کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ایوبؑ کو جس روز صحت کاملہ عطا ہوئی تو اسی وقت مال و املاک اس شان سے مرحمت ہوا جس قدر بکریاں تھیں اس سے دو چند بکریاں، دو چند باغات، دو چند محلات اور دو چند لڑکے اور لڑکیاں اور پھر عمر ۸۰ (اسّی) برس ہوئی غرضیکہ ہر طرح سے برکت ہی برکت ملی۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

(بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

○

مساجد کی عظمت

منظور الاسلام
از مقام کالا بجر
ہری پور ہزارہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

دربار الٰہی یعنی مساجد کی عظمت اور ان کا ادب و احترام۔

برادران اسلام!

روئے زمین پر جو جگہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے پیاری اور سب سے بہتر ہے وہ وہی گھر ہے جس کو ہم مسجد کے مختصر لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی دربار رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ دنیا میں سب سے بہتر جگہ کون سی ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرما لیا اور کہا میرا یہ سکوت اور خاموشی روح الامین کی آمد تک ہے۔ آپ ابھی اسی حال میں تھے کہ حضرت جبرئیل امین تشریف لے آئے بحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے وہ سوال ان پر پیش کر دیا۔ جبرئیل امین نے عرض کی میرا علم اس سلسلہ میں آپ سے زیادہ نہیں ہے ہاں پروردگار عالم سے معلوم کر کے بتا سکتا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر میں حضرت جبرئیل حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے پیارے رسول! میں دربار ایزدی میں حاضر ہوا اور اس قدر قریب ہوا جتنی قربت کبھی نہیں ہوئی تھی آپ نے پوچھا وہ نزدیکی کیسی تھی۔ روح الامین نے جواب دیا، میرے اور رب العزت کے درمیان ستر ہزار نوری پردے حائل تھے۔ پھر حضرت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سوال کے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی بدترین جگہ بازار ہیں اور اس کی بہترین جگہ مساجد ہیں او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد عن ابن حبان۔ دوسری حدیث میں مساجد کو جنت کے باغوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت دل نشین طریقہ سے فرمایا تم جب جنت کے باغوں سے گذرو تو آسودہ ہو کر کھا پی لو۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا کہ جنت کے باغات کون سے ہیں، ارشاد ہوا مساجد۔ پھر پوچھا گیا آسودہ ہو کر وہاں کھانا کیونکر ہے؟ ارشاد ہوا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کا ورد کرنا۔

مشکوٰۃ شریف باب المساجد عن الترمذی۔

مسجد شعائر اسلام میں سے ہے

حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسجد دیکھو یا اذان سن لو تو پھر قتال نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ مسجد محل صلوٰۃ اور مرکز عبادت ہے جہاں رحمت الٰہی کا ہمیشہ ترشح ہوتا ہے۔ اور یہ مسجد اسی وجہ سے کعبہ کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو پاک و صاف ہو کر گھر سے فرض نماز کے لئے نکلتا ہے اس کا اجر و ثواب محرم حاجی کے برابر ہے۔ (ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۲ ج ۱)

احادیث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھیے مساجد کی قدر و منزلت کس پیرایہ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ مزید براں کتاب الٰہی میں بھی صاف لفظوں میں ان کی شرافت وعظمت و قبولیت کا اعلان کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورۃ الجن ۲) ترجمہ:۔ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔ دیکھیے جناب دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے اور سب کے سب اسی کی قدرت سے خلوت وجود سے ممتاز ہیں۔ دنیا کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کو کہا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نہیں۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ خود کہہ دے یہ میرا ہے اس کی قسمت کا کیا کہنا۔ اس کی عزت و قبولیت اپنا ایک خاص مقام حاصل کر لیتی ہے جو دوسرے کے حصہ میں نہیں ہے۔ انہی میں یہ مقدس دربار بھی ہیں جن کو ہم مسجد کے مختصر لفظ سے تعبیر کرتے ہیں ان کی نسبت رب العزت نے اپنی جانب فرمائی ہے۔ اور ان کو اپنے ذکر کے لئے مخصوص فرمایا ہے جس میں کسی اور کی شرکت منظور نہیں۔ بلاشبہ یہ نسبت دوسری ساری نسبتوں سے بڑھ کر ہے اور اس نسبت سے جو شرافت اور بزرگی حاصل ہوتی ہے وہ اور شرافتوں سے بالاتر ہے۔ پھر تخصیص کی مزید عزت اور اس کی وقعت اور اہمیت کا زبردست مظاہرہ ہے۔ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ نے حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں بیان فرمایا ہے کہ زمین پر مساجد ساکنان ملاء الاعلیٰ کو اس طرح تاباں و درخشاں نظر آتی ہیں جس طرح زمین والوں کو رات کے وقت آسمان دنیا پر ستارے چمکتے نظر آتے

نہ پامال کر اپنی خودی خدا کے لئے

امین گیلانی شیخوپورہ

نہ کر تباہ تو یوں زندگی خدا کے لئے
جو تو ہے بندہ تو کر بندگی خدا کے لئے

ہیں آدمی کے لئے نعمتیں دو عالم کی
مگر ہے شرط کہ ہو آدمی خدا کے لئے

خدا کو چھوڑ کے غیروں سے کچھ طلب کرنا
یہ خودکشی ہے نہ کر خودکشی خدا کے لئے

نہ جھک تو غیر کے آگے کہ وہ خدا تو نہیں
نہ پامال کر اپنی خودی خدا کے لئے

رہِ نجات تو راہ کتاب و سنت ہے
ہٹیں جو اس سے ہے بے راہ روی خدا کے لئے

یہ دور عقل کا ہے یہ اگر ہے سچ تو مجھے
کہیں سے مانگ دو، دیوانگی خدا کے لئے

ذلیل ہو گئے ہم کس لئے زمانے میں
امین یہ بھی تو سوچو کبھی خدا کے لئے

ہیں. الحاصل مساجد عام مقام کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان کی قدر و منزلت بہت ہی بلند اور بالاتر ہے اسلام نے مساجد (دربارِ الٰہی) کی امتیازی پوزیشن کو قائم رکھتے ہوئے ہمیں چند آداب سکھلائے ہیں، جن کا عمل میں لانا ازلبس ضروری ہے. مثلاً مسجد میں جہاں باطمینان جگہ مل جائے بیٹھ جائیں۔ نہ نمازیوں کی گردن پھاندی جائے اور نہ جگہ کے لئے شور و ہنگامہ کیا جائے نہ صف میں گھس کر جہاں جگہ نہ ہو مصلی کو تکلیف دینے کی کوشش کی جائے۔ نہ نماز پڑھنے والوں کے آگے سے گذرنے کی جرأت کی جائے، نہ انگلی وغیرہ چٹخائی جائے، کیونکہ اس کی ممانعت آئی ہے مختصر یہ کہ ایسی حرکت سے جو خلاف ادب ہو اور شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہو اجتناب کیا جائے۔ موقع ہو تو ذکر و شغل اور نوافل میں وقت گذاریں ورنہ خاموش ادب سے بیٹھے رہیں۔ (ماخوذ از عالمگیری ص ۲۱۵ ج ۶)

آداب مسجد سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس میں دنیا کی باتیں کرنے سے احتراز کیا جائے وہ باتیں خواہ جائز ہوں یا ناجائز۔ اس زمانہ میں اکثر و بیشتر نمازی (حاضرین دربارِ الٰہی) اس میں مبتلا ہیں۔ اس لیے قدرے تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا جاتا ہے یہ اس قدر اہم مسئلہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے معجزانہ پیرایہ میں اسے بیان کیا ہے. ارشاد ربانی ہے: اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (جن ۲)

مفسرین علمائے کرام نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں مسجد میں دنیا کی گفتگو کا مسئلہ کھول کر لکھا ہے اور اس کو واضح کیا ہے کہ یہ گھر اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی تسبیح و تقدیس اور عبادت کے لئے مخصوص ہے. صاحب جمل لکھتے ہیں:

المعنی افردوا المساجد بذکر اللہ ولا تجعلوا لغیر اللہ فیہا نصیبا ص ۴۲۲ ج ۴.

معنی یہ ہے کہ مسجدوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے مخصوص کر لو اور غیر کے لئے اس میں کوئی حصہ نہ بناؤ۔ اس سے واضح تر عبارت تفسیرات احمدی (مؤلفہ حضرت ملاجیون استاد عالمگیر اورنگ زیبؒ) کی ہے۔ الا انہا علی ظاہرھا مما یستدل بہ علی انہ لا یجوز فی المسجد التکلم بکلام الدنیا۔ ترجمہ: اس آیت کے ظاہر سے استدلال کیا گیا کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا جائز نہیں ہے.

قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ. ان گھروں میں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسجدوں میں صرف ذکر اللہ ہی کی قسم کی چیزیں ہونی چاہییں. کیونکہ یہاں بیوت سے مراد مساجد ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان کی قدر و منزلت بھی اسی میں ہے کہ دنیاوی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر دھیان سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ پر ہو. اس آیت کے ضمن میں امام ابوبکر جصاص رازیؒ. احکام القرآن ص ۴۰۴ ج ۳ میں تحریر فرماتے ہیں: ھذا یدل علی انہ یجب تنزیہہا من السعود الامور الدنیا مثل البیع والشرا وعمل الصناعات ولغو الحدیث الذی لا فائدۃ فیہ والسفہ وما جری مجراہ ذالک

ترجمہ: یہ آیت بتاتی ہے کہ مسجدوں کو دنیاوی کاموں سے پاک صاف رکھنا واجب ہے۔ جیسے خرید و فروخت، دستکاری اور ایسی باتیں کرنا جو بے فائدہ ہیں اور اسی طرح نادانی کی باتیں کرنا وغیرہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیش گوئی کے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ دنیا کی باتیں مسجدوں میں ہونے لگیں گی۔ پھر آپ نے تاکیداً فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا تھا فلا تجالسوھم فلیس للہ فیہم حاجۃ (مشکوٰۃ ج ۱/۲)

ترجمہ: ان لوگوں میں جو مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں مت بیٹھنا کیونکہ ان کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں.

گویا دنیا کی باتیں خانۂ خدا میں اس قدر مبغوض ہیں کہ اس بڑے خطرے کی آپ نے اپنی امت کو سینکڑوں سال پہلے اطلاع دی ہے۔ اور پھر تاکید فرما دی کہ اس گناہ کے کام سے بچنا اور ہرگز اس کی جرأت نہ کرنا۔

اس روایت کو پڑھ کر معلوم یہی ہوتا ہے کہ جس زمانہ کی بابت پیش گوئی کی گئی تھی شاید وہ ہمارا یہی زمانہ ہو۔ کیونکہ اس وقت اس دربار الٰہی اور جلوہ رحمت ایزدی اور مقدس اور پُرجلال دربار میں دنیا کی باتیں اور فضول اور لایعنی اقوال، غلط مباحثے اور ضحک و قہقہے اور شور و شغب کس طرح بے خوفی سے کئے جاتے ہیں جو کہ ازحد نامناسب اور نازیبا بلکہ مذموم شرعی ہیں. دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متأدب بنائے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے اور اپنی رحمت سے نوازے آمین۔

مسئلہ کی مزید تشریح رد المختار لابن عابدین شامی (ص ۴۴۵ ج ۱)

اور الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ ص ۲۱۰ ج دوم میں نہایت مفصل اور مکمل اور مدلل طور پر بیان کی گئی ہے۔ جن کو بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے۔

حکایات الصالحین

حضرت سہل ابن عبداللہ تستریؒ

صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرت سہلؒ تیسری صدی ہجری کے ان عظیم ترین بزرگانِ دین میں سے ہیں جو اپنے وقت اور زمانہ میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ اپنے زمانہ میں وہ معاملات میں، اور ورع و تقویٰ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ صاحب کرامات اور صاحب احوال و مقامات تھے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کے خلفا میں سے تھے۔ آپ کی ملاقات حضرت ذوالنونؒ سے مکہ مکرمہ میں ہوئی جبکہ حج پر گئے ہوئے تھے آپ کی وفات باختلاف روایت ۲۷۳ھ یا ۲۸۳ھ میں بعمر اسی سال ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سہلؒ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب میں تین سال کا تھا، اس وقت بھی رات کو بیدار ہوتا تھا اور اپنے ماموں (حضرت محمد بن سوارؒ) کی نماز کی کیفیت دیکھتا تھا جن کی عادت تھی رات کو نماز پڑھنے کی۔ آپ بسا اوقات فرماتے تھے کہ جاؤ سہلؒ جا کر سو جاؤ، تم نے تو میرا دل مشغول کر دیا ہے حضرت سہلؒ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ اے سہلؒ! تم خداوند کریم کا ذکر کیوں نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے میں نے کہا کہ میں کس طرح اس کا ذکر کروں تو آپ نے فرمایا کہ کہو دل سے تین دفعہ بغیر زبان کو حرکت دیئے ہوئے۔ اَللّٰہُ مَعِیَ (اللہ میرے ساتھ ہے) اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ (اللہ میری طرف دیکھنے والا ہے) اَللّٰہُ شَاھِدِیْ (اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے) میں نے ماموں کی تلقین پر تین رات ایسا ہی عمل کیا۔ پھر میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر رات سات مرتبہ ایسا عمل کیا کرو اور پھر میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر رات گیارہ مرتبہ ایسا ہی عمل کیا کرو۔ میں نے ایسا عمل کیا تو میرے دل میں اس کی حلاوت (مٹھاس) پیدا ہو گئی جب ایک سال گزرا تو میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عمل کو محفوظ رکھو اور ہمیشہ اس پر عمل کرتے رہو، یہاں تک کہ تم قبر میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ یہ عمل تمہیں فائدہ دے گا دنیا اور آخرت میں۔

میں نے اس کے بعد کئی سال تک اس پر عمل کیا تو اپنے باطن میں اس کی مٹھاس پائی۔ پھر ایک روز ماموں نے فرمایا کہ اے سہلؒ! یہ بتاؤ کہ جو شخص ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو اور وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہو اور اس پر گواہ ہو تو کیا ایسا شخص گناہ کر سکتا ہے۔ اے سہل! اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ اس کے بعد میں نے تنہائی میں بیٹھنے کی عادت اختیار کی۔ میرے گھر والوں نے مجھے مکتب میں بٹھانا چاہا۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرا مقصد فوت ہی نہ ہو جائے اور میرا ارادہ پراگندہ نہ ہو جائے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ معلم کے ساتھ یہ شرط کر لی جائے کہ میں معلم کے پاس تھوڑے سے وقت میں پڑھ کر واپس چلا آیا کروں گا۔ چنانچہ اس شرط پر میں مکتب میں گیا اور قرآن کریم میں نے حفظ کر لیا۔ ابھی میری عمر چھ یا سات سال کی تھی۔ میں اس زمانہ میں ہمیشہ روزہ رکھتا تھا (صائم الدھر تھا) اور میری خوراک صرف جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ جب میری عمر کے بارہ سال گذر گئے، تیرھواں سال شروع ہوا تو مجھے ایک (مشکل) مسئلہ درپیش آ گیا۔ میں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے بصرہ جانے کی اجازت دیں تاکہ میں وہاں جا کر اس مسئلہ کا حل تلاش کر سکوں۔ چنانچہ میں بصرہ پہنچا اور وہاں کے علما سے دریافت کیا مگر مجھے تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ پھر میں وہاں سے چل کر ابادان ایک بزرگ حضرت حمزہ بن عبداللہ ابادانی کے پاس پہنچا۔ میں نے اُن سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے مجھے اس کا جواب دیا اس کے بعد وہاں ان کے پاس ہی ایک مدت تک مقیم رہا، ان کے کلام سے مستفید ہوتا رہا۔ اور ان سے آداب سیکھتا رہا اور پھر میں واپس اپنے شہر تستر (شیراز کے مضافات میں ایک شہر تھا) لوٹ آیا۔ میں نے اپنی خوراک کا انتظام ایسا کیا ایک درہم سے ایک فرق[1] جَو خرید لئے جاتے اور ان کو پسوا کر روٹی بنائی جاتی اور صرف سحری کے وقت ہی میں ایک اوقیہ (اونس) کی مقدار استعمال کرتا تھا اور وہ بھی بغیر نمک اور سالن کے۔ تو یہ ایک درہم کے جَو مجھے سال بھر کے لئے کافی ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد میں مسلسل ہی روزے رکھتا تھا۔ اس طرح بیس برس تک میرا معمول رہا۔ پھر میں زمین پر سیاحت کرتا رہا اور پھر واپس تستر چلا آیا۔ اب میرا معمول تمام رات نماز پڑھنا تھا (قیام اللیل)

[1] ایک فرق تقریباً ۱۰ سیر کے برابر ہوتا ہے۔

نصر بن احمد نے نقل کیا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بندہ جو کام بغیر اقتدا کے کرتا ہے خواہ وہ طاعت ہی کیوں نہ ہو وہ عیش نفس ہے اور جو کام اقتدار کی نیت سے کرتا ہے وہ عذاب نفس ہے۔

حضرت سہل سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بدبختی کیا ہے؟ فرمایا کہ بدبختی یہ ہے کہ تجھے علم تو دے مگر عمل کی توفیق نہ دے اور عمل کی توفیق دے مگر اخلاص نہ دے۔ کام کرو مگر بیکار۔ اور نیکوں کی صحبت عطا فرمائے لیکن قبولیت نہ دے۔

آپ نے فرمایا کہ شیطان بھوکے سوئے ہوئے سے بھاگتا ہے۔ ایک شخص نے کہا میں آپ کی رفاقت اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں مر جاؤں تو پھر کس سے رفاقت اختیار کرو گے۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے۔ فرمایا، مجھے مردہ ہی خیال کرو۔ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرو۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ شیر آپ کی زیارت کے لئے آتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں، ایک کتا دوسرے کتے کے سامنے آتا ہے۔ آپ نے فرمایا تمام مصیبتوں کی جڑ پیٹ بھر کر کھانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اخلاص کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں ان کی آزمائش کسی مصیبت میں ڈالنے سے کی جاتی ہے۔ اگر انہوں نے کسی قسم کی (بے صبری) کی حرکت کی تو رہ جاتے ہیں اور اگر ساکن رہے تو خدا سے مل جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سخت دلی کی علامت یہ ہے کہ وہ دل کام اپنی سوچ سے کرے اور وہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف نہ چھوڑے (یعنی خدا پر بھروسہ نہ ہو)۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی راہ عاجزی سے زیادہ نزدیک نہیں اور خداوند کریم کے نزدیک کوئی جگہ دل سے زیادہ شریف نہیں اور کوئی عطیہ معرفت سے زیادہ عزیز و گراں قدر نہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تک تم فقر سے خوف کھاتے رہو گے تو تم منافق ہو گے۔ آپ نے وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا کی تشریح میں فرمایا کہ لِسَانًا یَنْطِقُ عَنْكَ وَلَا یَنْطِقُ عَنْ غَیْرِكَ یعنی زبان عطا فرما جو تیری طرف سے بولنے والی ہو اور تیرے سوا کسی غیر کی طرف سے نہ بولے اور آپ نے فرمایا خوشخبری ہے کہ جو خدا کے دوستوں کو تلاش کرتا ہے۔ اگر اس نے پا لیا تو نور پایا اور اگر طلب میں فوت ہو گیا تو شفیع پایا۔ حضرت سہلؒ نے فرمایا کہ جس

شخص نے اپنے ایمان کو درست کرلیا اور اپنی توحید کو خالص بنا لیا تو ایسا شخص کبھی بھی بدعتیوں کے ساتھ مانوس نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی مجلس میں بیٹھنا پسند کرتا ہے، نہ ایک ساتھ کھانا پینا پسند کرتا ہے بلکہ اپنی طرف سے اگر ایک حق میں عداوت کا اظہار کرتا ہے اور جس شخص نے اہل بدعت کے ساتھ مداہنت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اُس سے ایمان کی حلاوت سلب کر لیتا ہے اور جو مبتدع کے ساتھ دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نورِ ایمان اس کے دل سے چھین لیتا ہے (اعاذنا اللہ عنہ) ایک شخص نے کہا کہ آپ مجھے وصیت کریں۔ فرمایا تمہاری خلاصی چار باتوں میں ہے: بے خوابی، تنہائی، کم کھانا اور خاموشی اختیار کرنا۔ آپ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہوتا ہے جو کدورت سے پاک ہو اور تفکر سے پُر ہو اور قربِ خداوندی میں انسانوں سے الگ اور منقطع ہو اور اس کی نگاہ میں خاک و زر یکساں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تصوف نام ہے کم کھانے کا اور اللہ تعالیٰ سے انس پکڑنے اور لوگوں سے دُور بھاگنے کا۔ آپ نے فرمایا کہ جو وجد ایسا ہو کہ جس کے گواہ کتاب اور سنت نہ ہوں وہ باطل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اصول چھ ہیں: کتاب اللہ سے تمسک، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء، اکل حلال اپنے آپ کو ایذا رسانی اور کسی شخص کو تکلیف پہنچانے سے بچانا۔ خواہ وہ تکلیف دیتا رہے۔ مناہی سے دور رہنا اور حقوق کی ادائیگی میں جلدی کرنا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ ہمارے مذہب کے اصول تین ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء، اعمال و اخلاق میں اکل حلال، اخلاص اعمال میں۔ نیز فرمایا کہ دو چیزیں انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں۔ ایک طلبِ عزت اور دوسری خوفِ درویشی (خوف فقر) جس شخص کا دل خاشع ہو گا شیطان اس کے گرد نہیں گھومتا۔ فرمایا کہ کوئی حجاب دعویٰ سے زیادہ گاڑھا (غلیظ) نہیں اور کوئی راہ نہیں جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو بہ نسبت عاجزی اور محتاجی کے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر آن تمہارے لئے عطیات ہیں اور ان تمام عطیات میں سے سب سے بڑا عطیہ یہ ہے کہ وہ تمہارے دل میں اپنی یاد کا الہام کر دے اور فرمایا کہ کوئی گناہ (معصیت) حق تعالیٰ کو فراموش کر دینے سے زیادہ نہیں۔ اور فرمایا کہ جس دل میں تکبر ہو، خوف و رجا اس دل میں جگہ نہیں پکڑتے اور خوف کا مطلب مناہی سے دور رہنا اور رجاء کا مطلب ادائے اوامر میں سبقت کرنا۔ فرمایا جس شخص کا نفس اس کا مالک بن جائے وہ شخص ذلیل ہوتا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ
مجلسِ ذکر

علمائے حق، بزرگانِ دین کو کافر، بے دین، وہابی بے ایمان کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔ لاہور میں کئی مسجدوں میں امام سے اقرار لیا گیا کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کافر ہیں (نعوذ باللہ)۔ ذرا خوفِ خدا نہیں کہ پاک ترین ہستیوں کو جنہوں نے اسلام کی بے انتہا خدمت کی۔ کافر کہتے ہیں۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ وہ بزرگ تھے کہ جہاں تقریر کی وہاں کفر کا خاتمہ ہو گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو شرک و بدعت کے گڑھے سے نکال کر راہ سنت پر لگایا۔ حضرت تھانویؒ نے آج کے دور میں اسلام کی بے انتہا خدمت کی ہے۔ ان کے اصلاحی وعظ آج تک چھپ رہے ہیں اور لوگ لاکھوں کی تعداد میں اُن کی تحریرات سے متاثر ہوتے ہوئے ہدایت کے چشمہ سے سرفراز ہوئے۔

یہ لوگ اپنے حال کی فکر کرتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا۔ خود بے نماز، بے دین، ڈاکو، چور، زانی، شرابی اور بددیانت ہوتے ہیں لیکن ان نیک اور بزرگ ترین ہستیوں کو گالیاں نکالتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی میری امت میں پیدا ہوں گے۔

ہمارے حضرتؒ نے کبھی کسی باطل فرقے کا نام نہیں لیا۔ عقائد حقہ کی تبلیغ کرتے رہے۔ کبھی کسی فرقے کے بزرگوں اور علماء کو گالی نہیں نکالی۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے ایمان کی فکر کرو۔ کیونکہ آج کل قبر میں صحیح سلامت ایمان لے جانا بے حد مشکل ہو چکا ہے اور اپنے عیوب کی طرف نظر کرو اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جن بزرگان دین نے شیطان کو جوتے لگائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو خوش کیا اور قرآن و حدیث کی تبلیغ کی۔ انگریز سے جہاد کیا۔ ان میں تم کو برائی نظر آئی اور یہ شرابی سینما دیکھنے والے، کم تولنے والے، بے نماز ان میں تم کو اچھائی نظر آتی ہے۔ کچھ شرم کرو حیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو جان دینی ہے۔ کیوں اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا چلا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ رسومات، بدعات کو ترک کرو تاکہ تم قیامت کے دن فلاح پا سکو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو کثرت سے یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری مشکلات کو دور فرمائے اور گناہ معاف فرمائے۔ اور ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر فرما کر قبر کو جنت کا باغ بنائے (آمین)

مرثیہ عربی

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی کا مرثیہ عربی جو (۵۹) اشعار پر مشتمل ہے مع اردو ترجمہ آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔ کتابت کے فرائض ملک کے نامور خوش نویس اور حضرت اقدس رائے پوری کے خلیفہ مجاز سید انور حسین صاحب نفیس رقم انجام دے رہے ہیں۔ (ا۔ س)

مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خانپور کے
جلسہ کا جبری التوا

مولانا عاشق رسول صاحب ناظم مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خانپور ضلع رحیم یار خاں نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ مدرسہ مخزن العلوم کے جو اجلاس ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ اکتوبر کو منعقد ہو رہے تھے وہ ضلع رحیم یار خاں میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے باعث ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔

مدرسہ کی انتظامیہ نے حکام ضلع سے مل کر اجلاس منعقد کرنے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی ہر چند کوشش کی لیکن حکام ضلع نے اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ سالانہ اجلاس کے لئے پھر کوئی تاریخ مقرر کی جائے گی۔ اب آپ مطلع کریں۔

حافظ طالب حق ایڈیٹر ہفت روزہ پیام اسلام لاہور

نادہندہ ایجنٹ حضرات اپنی رقوم جلد ادا کر دیں ورنہ آئندہ شمارے سے ان کے نام درج کر دیئے جائیں گے (مینجر)

محمد شفیع عثمو الدین

چار روزہ زندگی



انسان کو اللہ نے پیدا کیا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (البقرہ۔ آیت ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ کا کیوں کر انکار کر سکتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان تھے۔ پھر تمہیں زندہ کیا۔ پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے

(حاشیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ)

"یعنی قبروں سے نکل کر اللہ کے روبرو حساب وکتاب کے واسطے کھڑے کئے جاؤ گے سو اب انصاف کرو کہ جب تم اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مرہون ہو۔ اور ہر حالت اور حاجت میں اس کے محتاج اور اس کے متوقع ہو۔ پھر اس پر بھی کفر کرنا اور اس کی نافرمانی کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

مقصد زندگی

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انہیں مقصدِ زندگی سے آگاہ فرمایا۔

(۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذریت۔ آیت۔ ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

(۲) تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۨ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝

ترجمہ: وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں سب حکومت ہے۔ اور ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کے کام اچھے ہیں اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔

آخری کتاب کا نازل فرمانا

نیز سب انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب (قرآن مجید) اپنے آخری پیغمبر حضرت سیدنا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔

(۱) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الانعام آیت ۱۵۵)

ترجمہ: یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۲) كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف۔ آیت ۲۔۳)

ترجمہ: یہ کتاب تیری طرف بھیجی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے اور اس سے تیرے دل میں تنگی نہ ہونی چاہیے۔ اور یہ ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتری ہے اس کا اتباع کرو۔ اور اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی تابعداری نہ کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

اتباعِ قرآن

لہذا قرآن کریم اور اس کی عملی شرح حدیث شریف کا اتباع ہماری فوز وفلاح کے لئے عین فرض ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران۔ آیت ۳۲)

ترجمہ: کہہ دو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ سے مراد قرآن شریف کا اتباع ہے۔ اور اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ کا اتباع کرو تب تمہیں متبع رسول سمجھا جائے گا آئندہ آیات میں تاریخ سے شہادت پیش کر کے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مدد نہیں کی۔

(حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ۔

موت کا آنا

یاد رہے کہ ہر کس کو مر کر اللہ تعالےٰ کے پاس جانا ہے۔

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت آیت ۵۷)

ترجمہ: ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے۔

(۲) ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ (عبس۔ آیت ۲۱)

ترجمہ: پھر اس کو موت دی۔ پھر اس کو قبر میں رکھوایا۔

(۳) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ (المومنون۔ آیت ۱۵)

ترجمہ: پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو۔

قیامت کا آنا

پھر قیامت قائم ہوگی اور تم قبر سے اٹھائے جاؤ گے۔

(۱) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ (النساء آیت ۸۷)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ بے شک قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے

(۲) ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون، آیت۔ ۱۶)

ترجمہ: پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

(۳) وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

ترجمہ: اور بے شک قیامت آنے والی ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ قبروں والوں کو دوبارہ اٹھائے گا (باقی آئندہ)

اعلان

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی ۱۵ اکتوبر بروز پیر جھنگ تشریف لے جا رہے ہیں۔ احباب مطلع رہیں (منظور حسین نظر)

علیہ نے اس کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:
"تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد واتفاق، قومی زندگی، اسلامی مواخات یہ سب چیزیں اُس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لئے قائم رہے۔ اس کا وظیفہ یہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست یا برائیوں میں مبتلا دیکھے اُس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور بُرائی سے روکنے میں اپنے مقدور موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہ ہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھتے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث کا موجب ہو جائے۔ (جیسا کہ آج کل بعض مدعی علم حضرات کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ دین کی اصل حقیقت سے ناواقف ہیں) یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقع پر نرمی برتنے لگے۔ شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح کی اہل ہو حدیث میں ہے کہ جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو عام عذاب آنے کا خدشہ ہے۔"

فرقہ بندی

مذکورہ جماعت کے وجود اور قیام کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد کہ جو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دے، کفار و معاندین کی شر و بغاوت سے مسلمانوں کو بچائے سچے اور مخلص مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس جماعت میں شامل ہوں، اس کی تقویت کا باعث بنیں۔ اور افتراق بین المسلمین اور فرقہ بندی سے بچیں۔

نیز یہود و نصاریٰ کا طریق نہ اختیار کریں کہ جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد توہم پرستی اور حرص و ہوا کی پیروی کر کے شریعت کے اصولوں میں متفرق اور فروع میں مختلف ہو گئے۔ آخر فرقہ بندیوں نے ان کے مذہب و قومیت کو تباہ و برباد کر ڈالا اور انتہائی بھیانک اور ہولناک نتائج سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔

محترم حضرات! جب اللہ کی طرف سے سچائی اور راست بازی کی راہ صاف و صریح طریقے سے روشن کر دی جاتی ہے اور بعض خبیث فطرت اور فتنہ پسند لوگ دنیا پرستی، لالچ اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں مذہب میں رخنے ڈالنے لگتے ہیں۔ تو قوم کی اجتماعی قوت کمزور ہو جاتی ہے، مذہب پھیلنے نہیں پاتا۔ آپس میں ایک گروہ دوسرے گروہ کو ختم کرنے کی سازشیں کرنے لگتا ہے اور اس طرح قومی اور مذہبی لحاظ سے ان کی آزادی ہی نہیں بلکہ ان کا قومی وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ آج مسلمان بھی بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کے صاف و صریح اور مسلّم و محکم اصولوں سے الگ ہو کر اور ان میں اختلاف ڈال کر اس عذاب کے نیچے آئے ہوئے ہیں اور اپنے لئے تباہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ تاہم اللہ کا شکر ہے کہ اس طوفان بدتمیزی میں اور شرانگیزی کے باوجود اللہ اور رسول کے وعدہ کے موافق مسلمانوں میں ایسی مخلص اور نیک فطرت جماعتیں موجود ہیں جو خدا کی رسی کو تھامے ہوئے ما انا علیہ واصحابی کے مسلک پر قائم ہیں اور تا قیام قیامت قائم رہیں گی۔ باقی فروعی اختلافات جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدینؒ میں ہوئے ہیں۔ اُن کو حرص و ہوا اور خواہشات نفسانی کے نتیجے میں پیدا شدہ موجودہ اختلافات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابہ کرام مختلف تھے مگر چونکہ جماعت بندی، تحزب اور فرقہ بندی نہ تھی۔ اللہ اور رسول کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ہر شخص اپنی رائے کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا۔ ان کا اختلاف یقیناً رحمت تھا جس سے شریعت کے حقائق ابھرے اور اس کا ہر گوشہ نمایاں ہوا۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

ان کا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الٰہی ہے اور جس کی نسبت امت مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی۔

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں اشتات و انتشار کی لعنت سے نجات دے۔ اس دور میں جب کہ اقوام غیر کیل کانٹے سے لیس ہو کر اسلام کے مقابلے میں صف آرا ہیں، خود مسلمانوں میں مغرب زدہ طبقہ اسلامی اقدار کا مذاق اڑانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ اسلامی شعائر کی گرفت سے لوگ آزاد ہوتے جا رہے ہیں۔ بگاڑ کی طاقتیں سر اٹھا رہی ہیں اور اسلامی شعائر کی گرفت سے لوگ آزاد ہوتے جا رہے ہیں۔ تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ اور اتحاد بین المسلمین کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ عزوجل ہماری دستگیری فرمائے اور تمام مسلمان فرقہ بندیوں کو چھوڑ ما انا علیہ واصحابی کے مسلک یعنی صحیح مسلک اہل سنت والجماعت پر عمل پیرا ہوں۔ (آمین)

بقیہ عالم اسلام

کو حالات سے عہدہ برآ ہونے کی سوجھ بوجھ دے، بھائیوں سے اُن کا اتفاق ہو، وہ دوسرے سربراہان ممالک عربیہ سے اپنے اختلافات کی خلیج کو پاٹنے کی سعی فرمائیں اور اسلامی اتحاد کے داعی بن کر عظمت اسلام کا پھریرا فضائے عالم میں لہرا دیں۔ لیکن ہمیں اس نیک اور پُر خلوص خواہش کے باوجود ڈر ہے کہ کہیں اصلاح احوال سے پہلے ہی سعودی عرب بھی کسی انقلاب کا شکار نہ ہو جائے۔ اور یہ بات ہمارے لئے انتہائی صدمہ کا باعث ہو گی۔ کیونکہ وہ مرکز اسلام ہے۔

ہم پُرخلوص دُعا کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین سے بھی اس کے خواہاں ہیں کہ وہ اپنے خاص اوقات میں بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو کر دعا کریں کہ اللہ عزوجل مسلمانوں کو اس پریشانی اور ابتلاء سے نجات دے اور ممالک اسلامیہ متحد ہو کر دین خداوندی کا جھنڈا بلند کریں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

بقیہ حضرت سہل ابن عبداللہ تستری

فرمایا ورع زہد کی ابتدا ہے اور زہد توکل کی ابتداء اور توکل عارف کا پہلا درجہ ہے اور معرفت قناعت کی ابتدا ہے اور قناعت ترک شہوات کا نام ہے اور یہ مقام رضا کی ابتدا ہے۔ اور رضا موافقت ہے یعنی ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مقدم رکھے۔

بچوں کا صفحہ

سپہ سالارِ اعظم حضرت خالد بن ولید

محمد اکرام الحق گجراتی

فخرِ شجاعت، مجاہدِ اسلام حضرت خالد رضؓ بن ولید کا شمار دُنیا کے عظیم ترین سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ عہد صدیقی کے سپہ سالاروں میں سے آپ نے سب سے زیادہ نام پیدا کیا، آپ بڑے کہنہ مشق، تجربہ کار اور ماہرِ فنونِ جنگ سپہ سالار تھے؛

آپ کا خاندان بنو مخزوم بڑا دولت مند اور بہادر قبیلہ تھا۔ عرب کے دیگر قبائل کی طرح بنو مخزوم کے سرداروں میں بھی سیاسی اقتدار اور عسکری قیادت کا جذبہ بہت نمایاں تھا خالدؓ کا باپ بڑا دولت مند تھا (آپؓ کے باپ کا نام ولید بن مغیرہ تھا) اور اکیلا غلافِ کعبہ تیار کر کے کعبہ پر چڑھاتا تھا۔ آپؓ کا ایک چچا ہشام جنگ فجار میں بنو مخزوم کا سپہ سالار تھا اور اس کی وفات کے غم میں تین سال تک مکے میں نہ کوئی میلہ ہوا اور نہ کوئی بازار لگا۔ آپ کا دوسرا چچا فاکہ بن مغیرہ سارے عرب میں سخی مشہور تھا۔ اس نے لنگر کھول رکھا تھا وہاں ہر شخص بغیر اجازت کے کھانا کھا سکتا تھا۔ آپ کا تیسرا چچا ابو حذیفہ تھا یہ وہی سردار تھا جس نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر حجر اسود کو اٹھایا تھا۔ مختصر یہ کہ خالدؓ کا خاندان بڑا نامور اور بہادر تھا آپؓ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مشرکین مکہ کے بعض بڑے بڑے لوگوں کو مسلمانوں سے میل جول کا موقع ملا اور وہ مسلمانوں کے بلند اخلاق اور پاکیزہ زندگی سے بے حد متاثر ہوتے ایک دن خالدؓ بن ولید نے قریش کے اجتماع میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کی :

"ہر عقل مند انسان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ و سلم نہ تو شاعر ہیں نہ جادوگر، آپؐ کا کلام، کلام خداوندی ہے۔ ہر ہوشمند اور سمجھ دار آدمی کا فرض ہے کہ آپؐ کی پیروی کرے"؛

ابو جہل کے بیٹے عکرمہؓ (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور جنہوں نے بعد از اں اسلام لا کر اسلام کی بڑی خدمت کی) تقریر سُنکر حیران و ششدر رہ گئے اور بولے : اے خالدؓ! تیری عقل و دانش کو کیا ہوا؟ آپؓ نے جواب دیا "کچھ نہیں ہوا" البتہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے"؛ عکرمہؓ نے خالدؓ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی ہر چند کوشش کی اور آپؓ کے آباؤ اجداد کا واسطہ دے کر جوش دلایا خاندانی عصبیت اور قریش کی عزت کا نام لے کر آپؓ کے جذبات کو ابھارنا چاہا۔ لیکن خالدؓ نے ایک ہی جواب دیا کہ یہ سب باتیں زمانہ جاہلیت کی ہیں۔ اب رشد و ہدایت اور حق و صداقت، واضح ہو چکا ہے۔ جاہلیت کی عصبیت و حمیت ختم ہو چکی ہے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں؛

حضرت خالدؓ مدینے جانے کے لیے گھر سے نکلے، راستے میں حضرت عمروؓ بن العاص سے ملاقات ہو گئی، عمروؓ نے پوچھا :

ابو سلیمان (خالدؓ کی کنیت تھی) کہاں کا ارادہ ہے؟

حضرت خالدؓ بولے: "حق و صداقت کی راہ واضح ہو چکی ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے نبیؐ برحق ہیں میں مسلمان ہونے جا رہا ہوں"

عمروؓ بن العاص کہنے لگے "میں بھی اسلام قبول کرنے کی غرض سے نکلا ہوں"؛ دونوں ساتھی حضرت رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت خالدؓ آگے بڑھ کر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے پھر حضرت عمروؓ آگے بڑھے اور عرض کیا :

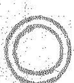
یا رسول اللہ! میں اس شرط پر آپؐ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپؐ میرے گزشتہ گناہوں اور بد اعمالیوں پر خطِ تنسیخ کھینچ دیں۔

آپؐ نے فرمایا : اے عمروؓ! اسلام لے آنے کے بعد تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ہجرت تمام گزشتہ بد کرداریوں اور جرموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتی ہے؛

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خالدؓ نے جوانمردی و شجاعت کے بے مثال کارنامے نمایاں سر انجام دیئے۔ عہدِ صدیقیؓ کے عہد مبارک کی فتوحات کا سہرا تو خصوصاً آپ کے سر ہے۔ یہاں پر آپ کی خداداد شجاعت کا ایک واقعہ عرض کئے دیتا ہوں :

جنگ یرموک میں مسلمان فوج کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی اور رومی سپاہ کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی جب مسلمان سالاروں نے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل کو رومی فوج کی کثرت تعداد کی اطلاع دی تو انہوں نے حضرت خالدؓ کو عراق سے شام پہنچنے کا حکم دیا یہ حکم پاتے ہی حضرت خالدؓ اپنی فوج کا کچھ حصہ لیے لق و دق صحراؤں اور بے آب و گیاہ ریگستانوں کو برق رفتاری سے طے کرتے شام میں جا پہنچے۔ راہ کی تکالیف اور مشکلات کوئی چیز بھی آڑے نہ آ سکی۔ یہ وسیع و عریض ریگستان جہاں پانی اور سبزہ نام کو نہیں، ایسے وحشت ناک اور خوفناک تھے کہ بڑے سے بڑا نڈر اور جان پر کھیل جانے والا انسان بھی ان مقامات سے گزرتے ہوئے گھبراتا ہے لیکن خالدؓ کی فوق الفطرت شخصیت کے سامنے یہ ریگستان اور صحرا گردِ راہ ہو کر رہ گئے؛

اتفاق ملاحظہ ہو کہ جس دن حضرت خالدؓ مقام یرموک میں پہنچے اسی دن رومی سپہ سالار باہان بھی پہنچ گیا۔ رومیوں کو باہان پر بڑا ناز تھا۔ ویسے بھی ظاہری اعتبار سے رومی فوج ہر لحاظ سے اسلامی فوج پر فوقیت رکھتی تھی۔ لیکن معنوی اعتبار سے مسلمانوں کو رومیوں پر فوقیت حاصل تھی کیونکہ مسلمان جوش ایمان اور شوق شہادت کے بل بوتے پر میدان جنگ میں اترے تھے مادی ذرائع پر بھروسہ اور تکیہ کرنے کی بجائے اُن کو روحانی قوت پر اعتماد اور وثوق تھا اور اسی لیے ان کو فتح نصیب ہوئی۔



رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین - لاہور
ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

سوانحِ حیات

قطب الاقطاب شیخ المشائخ

حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری

قدّس اللہ سرّہ العزیز

از قلم

مفکرِ اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

○

حضرت مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کی تدوین کے سلسلہ میں مؤلف نے جو گرامی نامہ اپنے دینی و روحانی بھائیوں کو ارسال کیا، قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

مکرم و محترم، زید لطفہ ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ وفات ایک ایسا حادثہ ہے، جس میں ہم سب تعزیت کے محتاج اور تعزیت کے مستحق ہیں اور درحقیقت پوری ملت اسلامیہ اس خسارہ میں شریک ہے اور ایک دوسرے کی تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مصیبتِ عامہ میں ہماری تسکین اور چارہ گری فرمائے اور ہمیں ان گمراہیوں اور فتنوں سے بچائے جو ایسے مقبولینِ بارگاہِ الٰہی اور خاصانِ خدا کے اُٹھ جانے سے متوجہ ہوتے ہیں۔

حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے بعض خدام اور اہلِ تعلق کو شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ حضرت کی سوانح حیات جلد مرتب کی جائے۔ اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنے کو مٹایا اور ساری عمر اپنے کمالات کو پردہ خفا میں رکھا، نیز آپ کی ذات جتنی ہمہ گیر اور کثیر الجہات تھی، اس کی بنا پر حضرت کے سوانح کا مرتب کرنا اور حضرت کی عظمت و شخصیت کو نمایاں کرنا نہایت دشوار اور نہایت نازک کام ہے، پھر بھی اس لیے کہ ایسی کتاب کا جلد سامنے آنا اہلِ تعلق کے تعلق کے دوام و استحکام اور ان کے استفادہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس بات کی ہمت کی گئی ہے کہ یہ سوانح قابلِ اعتماد اور مستند طریقہ پر مرتب کی جائے۔ جہاں تک خاندانی ابتدائی حالات کا تعلق ہے وہ راقم سطور نے خود ڈھڈیاں میں حضرت کے اعزّہ اور اہلِ خاندان سے دریافت کر کے محفوظ کر لیے ہیں لیکن اس کتاب کی تکمیل آپ کی توجہ اور تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ میں جناب والا کی سہولت کے لیے چند عنوانات تحریر کرتا ہوں لیکن ان پر اکتفا ضروری نہیں ہے۔ آپ جس واقعہ اور جن معلومات کو سوانح کے لیے ضروری یا مفید سمجھتے ہوں ان کو بے تکلف تحریر فرمائیں:

(۱) کوئی ایسا واقعہ یا واقعات جس کا تعلق حضرت کے حالاتِ زندگی سے ہو (۲) کوئی ایسا واقعہ یا واقعات جس سے حضرت کی شخصیت، ذوق اور آپ کے کمالات کے سمجھنے میں مدد ملے۔ (۳) حضرت کا اخلاق، شفقت اور آپ کے ساتھ کوئی خاص واقعہ یا معاملہ (۴) ایسے واقعات جن سے حضرت کے طریقۂ تربیت کا اندازہ ہوتا ہو اور اس کا اندازہ ہو کہ اس فن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا تجدد و اجتہاد عطا فرمایا تھا (۵) پنجاب کے دوروں کی تفصیلات اور آپ کے فیوض و برکات کے شواہد اور آثار (ان دوروں میں کتنے لوگ مستفید ہوئے، کتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی، تعلیم و تربیت کے کیا ذرائع پیدا ہوئے، مدارسِ دینیہ کا قیام وغیرہ) ———

(۶) خاص ملفوظات و ارشادات ——— امید ہے کہ اس ضروری کام کی طرف جو جناب والا کے لیے فرحت بخش بھی ہے اور باعثِ تسکین بھی، جلد توجہ مبذول فرمائی جائے گی، اس سلسلہ میں جتنی زیادہ تفصیل اور بسط ہو گا، اتنی ہی زیادہ موجبِ تشکر اور باعثِ ممنونیت ہو گا اور اتنی ہی زیادہ مقدار میں مؤلّفِ کتاب کو ضروری مواد میسر آئیگا۔ یہ بھی بے تکلف عرض کر دینا مناسب ہے کہ مؤلف کو اس میں سے کتاب کی ترتیب اور مقاصد کے مطابق انتخاب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائیگی۔ والسلام مع الاکرام

ابو الحسن علی

نوٹ: سوانح کی اشاعت کا شرف ادارۃ "القادر" ناشرانِ کتب اسلامی لاہور حاصل کریگا۔

[illegible]